© rasailojaraid.com

ابن مقفع کے قتل کے اسباب

☆ غزل کاشمیری

"ابن المقفع کا مختصر تعارف"

ابن مقفع کا اصل نام روزبہ تھا- اس کے باپ کا نام دازویہ تھا جو ایران کی ایک بستی جور کا رہنے والا تھا- یہ بستی شیراز سے بیس فرسنگ کے فاصلہ پہ واقع تھی-

دازویہ مجوسی تھا اور حجاج بن یوسف کے دور میں فارس کے خراج پر عامل تھا- کہا جاتا ہے کہ اس نے سرکاری رقم میں خردبرد کی تھی- اس پر حجاج نے اس کو اس قدر پیٹا کہ اس کے ہاتھ مڑ گئے- اس وجہ سے وہ المقفع مشہور ہوگیا- (یعنی ٹیڑھے ہاتھ والا)

اس کا بیٹا روزبہ ۱۰۶ھ (۷۲۴ء) میں بصرہ میں پیدا ہوا اور یہیں اس کی پرورش ہوئی- بچپن ہی سے وہ شاہانہ ماحول میں پروان چڑھا اسے روزگار کا کوئی غم نہ تھا- لہٰذا خوب جی بھر کر علم حاصل کیا- کم عمری میں ہی اس نے فارسی اور عربی دونوں زبانوں پہ بے انتہا مہارت حاصل کرلی- بنو امیہ کے دور میں وہ مختلف والیوں کا کاتب رہا- وہ کرمان کے والی دواؤد بن یوسف بن عمر بن ھبیرہ کا کاتب رہا- اس کے بعد مروان الحمار کے دور میں عراق کے والی یزید بن عمر بن ھبیرہ کا کاتب رہا- بنو عباس کے عہد میں یہ منصور کے چچا عیسیٰ بن علی کا کاتب رہا- جو اہواز کا گورنر تھا- اور اس کے ہاتھ پر وہ مشرف بہ اسلام ہوا- اس کا اسلامی نام عبداللہ اور کنیت ابو محمد رکھی گئی- اس کے بعد وہ عیسیٰ بن علی کے دوسرے دو بھائیوں عبداللہ اور سلیمان کا بھی کاتب رہا ہے- انہی حضرات کی وساطت سے عبداللہ ابن مقفع کے ابو جعفر منصور سے تعلقات قائم ہوگئے- جو دوستانہ حد تک ترقی کرگئے- منصور نے اس سے متعدد فارسی اور یونانی کتابوں کا ترجمہ کرایا- منصور کے ساتھ اس کے تعلقات ہمیشہ خوشگوار رہے یہاں تک کہ ۱۴۲ھ (۷۵۹ء) میں منصور نے اسے بصرہ کے والی سفیان بن معاویہ کے حوالے کرکے قتل کرا دیا-

ابن مقفع جیسے عظیم انشاء پرداز کا قتل کوئی معمولی حادثہ نہیں ہے تاریخ و ادب کی کتابوں میں اس کے قتل کے اسباب کے بارے میں متضاد روایات پائی جاتی ہیں- اور قاری اس کے قتل کے حقیقی اسباب پانے سے محروم رہتا ہے- مثال کے طور پر ایک روایت یہ ملتی ہے کہ عیسیٰ بن علی اور سلیمان بن علی جو دونوں

☆ اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اسلامیات، اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

منصور کے چچا تھے انہوں نے عبداللہ بن علی کی طرف سے ایک امان نامہ لکھنے کا حکم دیا جو منصور کو سخت ناگوار گذرا اور اس نے اسے بصرہ کے والی سفیان بن معاویہ کے حوالے کر دیا جس نے اسے قتل کر دیا۔ بعد میں انہیں دونوں حضرات نے سفیان کی منصور سے شکائیت بھی کہ آپ نے قتل کا حکم نہیں دیا تھا۔ پھر سفیان نے ابن مقفع کو قتل کیوں کیا؟ مگر منصور نے سنی ان سنی کر دی۔ دوسری طرف یہ روایت ملتی ہے کہ سلیمان بن علی کو جب یہ پتہ چلا کہ ابن مقفع زندیق ہے اور اس نے اسلام محض دنیاوی منفعت کی خاطر قبول کیا تھا تو خود سلیمان نے اسے ایک خط دے کر سفیان کے پاس بھیجا جس کی بناء پر اس نے اسے قتل کر ڈالا۔ اس وقت اس کی عمر محض چھتیس برس تھی۔ بہرحال تمام مستند مراجع و مصادر کو اگر سامنے رکھا جائے تو تاریخ ادب کا طالب علم کسی صحیح نتیجہ تک نہیں پہنچ سکتا کہ آخر ابن مقفع جسے چوٹی کے ادیب کو کیوں قتل کیا گیا؟ اس کے قتل کے بارے میں جو مختلف اسباب بیان، کیئے گئے ہیں سب سے اہم سبب درج ذیل ہے۔

(۱) کہ وہ زندیق تھا' اس نے محض ڈھونگ رچانے کے لیے اسلام قبول کیا تھا۔ اس لیے منصور نے اسے قتل کر دیا۔

(۲) اس نے ایک ایسا امان نامہ لکھا تھا جو منصور کے شایان شان نہیں تھا۔ جسے منصور نے اپنی ہتک و توہین سمجھا اور اسے قتل کرا دیا۔

آیئے ان الزامات کی تحقیقات و تنقیح کرتے ہیں۔ اور پھر کسی حقیقی سبب کو تلاش کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ شاید ہم کسی حتمی نتیجہ تک پہنچ سکیں۔

ابن مقفع اور زندقہ

عہد عباسی میں ہمیں دو فکری تحریکیں پہلو بہ پہلو نظر آتی ہیں۔ ایمان خالص یا اعتقاد صادق کی تحریک جس کے عظیم داعی احمد بن حنبلؒ تھے۔ اور دوسری تشکیک و الحاد کی تحریک عام طور پر اس کا دوسرا نام زندقہ کی تحریک بھی ہے اس کی ابتداء کا سہرا ہم کسی فرد واحد کے سر باندھنے سے قاصر ہیں۔ اتنا واضح ہے کہ یہ تحریک عہد اموی میں شروع ہو چکی تھی (☆) مگر اس کا بھرپور اظہار عہد عباسی میں ہوا۔ دونوں تحریکوں کے مابین شدید قتال و جدال کا معرکہ گرم رہا۔ ابتداء میں زندقہ و الحاد کو فتح حاصل رہی۔ مگر خلیفہ متوکل کے دور میں مذہبی تحریک ہمیشہ کے لیے غالب آگئی۔ آزاد خیالی اور روشن خیالی جو تشکیک کا لازمی نتیجہ ہے مسلمان معاشرہ سے ہمیشہ کے لیے ختم ہوگئی۔ خلفاء نے مذہبی تحریک کی آڑ میں بے شمار بے گناہ اور معصوم اہل علم کو زندقہ اور الحاد کے الزام میں موت کے گھاٹ اتار دیا۔ ابن مقفع پہ بھی یہی الزام لگایا گیا تھا کیا ابن مقفع

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

واقعی زندیق تھا؟ اور منصور نے اسے اس جرم کی سزا دی تھی؟ اس پہ خامہ فرسائی کرنے سے قبل مناسب ہوگا کہ پہلے زندقہ کو بیان کر دیں۔ آخر زندقہ ہے کیا؟

۱ - ابن ندیم کی عبارت سے پتہ چلتا ہے کہ مانی کے پیروکاروں کو زندیق کہا جاتا تھا۔(۱)

۲ - مشہور معتزلی الخیاط اسے یہود و نصاری کے مقابل ایک فرقہ کہتا ہے۔

۳ - ابن قتیبہ اسے ایران کے ادیان میں سے ایک دین قرار دیتا ہے اور یہ بھی کہتا ہے کہ ایام جاہلیت میں یہ قریش میں بھی پایا جاتا تھا۔(۲)

۴ - صاحب لسان العرب کہتا ہے کہ جو شخص بقاء دھر کا قائل ہو وہ زندیق کہلاتا ہے۔(۳)

۵ - مشہور مستشرق بیوان (Bevan) کہتا ہے کہ دراصل یہ لفظ صدیق ہے۔ آرامی زبان میں Saddiqai لفظ ملتا ہے جس کا معنی ہے کسی مذہب کا انتہائی باعمل اور تارک الدنیا بزرگ اس لفظ کو عربی نے Sandqai (زندقہ) بنا لیا۔ اور اس کا اطلاق اصحاب مانی پہ کرنے لگے۔ پھر بعد میں جیسا کہ لسان العرب سے ظاہر ہے کہ یہ لفظ ہر ملحد اور دہریئے کے لیے استعمال ہونے لگا' یہ تو تھا زندقہ کا علمی پہلو لیکن عہد عباسی میں زندقہ کے اور بھی کئی مظاہر تھے مثلاً" اگر کسی شخص نے محض تفنن طبع کی خاطر اپنے اشعار میں کوئی ایسا مذاق' طنزیا استہزاء کر دیا جو معاشرہ کی مذہبی رسومات اور مروجہ تقالید کے خلاف تھا تو اسے بھی زندیق کیا جاتا تھا۔ اس کا اطلاق شراب نوشی' عربوں کا مذاق اڑانا اور ہر قسم کے مجون اور تہتک پہ ہوتا تھا۔ (4) خلیفہ مہدی نے مشہور شاعر بشار بن برد کو کوڑوں سے پٹوایا تھا کیونکہ وہ فحش اشعار کہتا تھا۔ خلیفہ ہادی نے علی بن یقطین کو قتل کر دیا تھا کیونکہ اس نے حاجیوں کو طواف کرتے دیکھ کر کہا تھا "یہ تو گائیں ہیں جو کھلیان میں غلہ گاہنے کے لیے چکر لگا رہی ہیں" حماد عجرد کو بھی زندیق کہا جاتا تھا۔ ابو نواس کو بھی زندیق کہا گیا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ میں ایک بار حماد عجرد کے ساتھ قید کر دیا گیا ہم لوگ نماز پڑھتے تھے اور ہماری امامت حماد کراتا تھا۔ ہم نماز میں حماد کے دو دو اشعار کے بیت پڑھا کرتے تھے" - اسی طرح حماد بن زبرقان' حماد الراویہ (جس نے معلقات جمع کیے) یونس بن ابی فروہ' مطیع بن ابی ایاس اور صالح بن عبدالقدوس کو بھی زندیقوں میں شمار کیا گیا۔ حد یہ ہے کہ جب ابوالعتاہیہ جیسے صوفی منش شاعر نے یہ اشعار کہے تو اس کو بھی زندیق کہا گیا۔

كان عتابة من حسنها --- دمية قس فتنت قسها

ترجمہ : عتابہ (شاعر کی محبوبہ) کا حسن راہب کے اس بت جیسا ہے جس نے خود راہب کو مبتلائے فتنہ کر دیا ہو۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

یا رب لو انسیتینها ما --- فی جنة الفردوس لم انسها

ترجمہ : اے میرے رب اگر تو جنت الفردوس کی نعمتیں دے کر بھی اسے بھلانا چاہے تو میں اسے کبھی نہ بھول سکوں گا۔

ابوالعتاہیتہ پہ یہاں تک الزام لگایا گیا کہ اس کے اشعار میں جنت و نار کا ذکر کیوں نہیں ملتا۔ جب کہ وہ موت کا ذکر کثرت سے کرتا ہے گویا وہ جنت و نار کا قائل ہی نہیں ہے، صرف موت کا قائل ہے۔

یہاں مشہور خلیفہ عمر بن عبدالعزیز کے پوتے آدم کا ذکر دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔ عہد عباسی میں اس پہ زندقہ کا الزام لگایا گیا کیونکہ اس نے درج ذیل اشعار کہے تھے۔

اسقنی واسقی خلیلی فی مدی اللیل الطویل

مجھے اور میرے دوست کو طویل رات کی پنہائیوں میں شراب پلا دے۔

لونها اصفر صاف وھی کالمسک الفتیل

جس کا رنگ صاف پیلا ہو جیسے کسی فتیلہ کو مشک میں بھگویا گیا ہو۔

فی لسان المرء فیها مثل طعم الزنجبیل

جس کے ذائقے سے آدمی کے منہ میں زنجبیل کی لذت آ جائے

ریحها ینفح منها ساطعا من راس میل

اس شراب کی خوشبو ایک میل کی دوری سے شعلہ کی مانند اڑتی ہوئی آئے۔

من ینل منها ثلاثا ینس منها السبیل

جو اس شراب کے تین گھونٹ پیئے وہ سیدھے راستے کو بھول جائے

فمن نال خمسا ترکته کالقتیل

اور جس نے پانچ گھونٹ پی لیے اسے تو یہ قتل کر کے چھوڑے گی۔

لیس یدری حین ذاکم ما د بیر من قبیل

ایسے لمحات میں تو اسے آگے پیچھے کی کوئی خبر نہ ہوگی۔

ان سمعی عن کلام الائمی فیها الثقیل

اس بارے میں مجھے ملامت کرنے والوں کی باتوں کے لیے میرے کان بھرے ہیں۔

کشدید الوقرانی غیر مطواع ذلیل

بکہ ان میں سخت پردہ پڑا ہوا ہے کیونکہ میں کسی کا فرماں بردار اور نیچے رہنے والا نہیں ہوں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

قل لمن یلحاک فیھا   من فقیہ او نبیل

جو کوئی فقیہ یا قابل احترام بزرگ شراب پینے سے روکے تو اسے کہہ دے

انت دعھا وارج اخری   من رحیق السلسبیل

تم اسے رہنے دو اور جاؤ آخرت کی سلسبیل کی عمدہ و پاکیزہ شراب کی امید رکھو

تعطش الیوم و تسقی   فی غد نعت الطول

تم آج لوگوں کے سامنے بے شک پیاسے رہو مگر کل ٹیلوں کی بلندیوں پہ بیٹھ کر ضرور پیو گے۔

مہدی نے اسے پکڑ کر تین سو کوڑے لگوائے اور اس سے زندقہ کا اقرار کرانے کے لیے مزید تشدد کیا۔ آدم نے کہا "میں نے خدا کے ساتھ ایک لمحہ کے لیے بھی شرک نہیں کیا۔ تم نے کبھی کسی قریشی کو زندقہ اختیار کرتے دیکھا ہے؟ مجھ پہ تو فرط طرب غالب آگئی تھی۔ اور میرے جذبات سے یہ اشعار نکل آئے میں تو قریشی نوجوان ہوں۔ صرف نبیذ پیتا ہوں جو کچھ میں نے کہا انتہائے شوق میں کہہ گیا ہوں۔

مہدی کی کڑی سزا کے بعد آدم نے نبیذ بھی ترک کر دی تھی حالانکہ تمام خلفاء بنی عباس نبیذ پیتے تھے۔ اور عراق کے فقیہوں نے اس کے حلال ہونے کا فتویٰ دیا ہوا تھا (۵)

مہدی نے زنادقہ کے احتساب کے لیے باقاعدہ محکمہ قائم کیا تھا اور اس کے سربراہ کو "صاحب الزنادقہ" کہا جاتا تھا' لیکن حق بات یہ ہے کہ خلفاء اور امراء نے جب کسی سیاسی مخالف کو ٹھکانے لگانا ہوتا تھا تو اسے زندیق کہہ کر قابو کیا جاتا تھا بے شمار لوگ جن کا عقیدہ ٹھیک ٹھاک اور سیدھا سادھا تھا انہیں بھی اس الزام میں دھر لیا گیا کیونکہ یا تو وہ حریت رائے کے داعی تھے یا پھر ان کی آراء عام علماء کی آراء سے مختلف ہوتی تھیں۔ خلیفہ ہارون اور مامون کے دور میں نور و ظلمت کا عقیدہ رکھنے والوں کو بھی زندیق کہہ کر سزائیں دی گئیں۔ مامون کے دور میں دس زندیق پکڑے گئے وہ نور و ظلمت کا عقیدہ رکھتے تھے۔ مامون نے ایک ایک آدمی سے پوچھا کہ اس کا عقیدہ کیا ہے؟ سب نے کہا ہمارا عقیدہ اسلام ہے' مامون نے انہیں آزمانے کی خاطر مانی کی تصویر دکھائی اور کہا باری باری اس پہ تھوکو جب انہوں نے انکار کیا تو ایک ایک کو زہر دے کر مار ڈالا گیا۔(۶)

مندرجہ بالا زندقہ کی دونوں قسموں کو سامنے رکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ ابن مقفع سے نہ علمی زندقہ کا صدور ہوا تھا اور نہ ہی زبانی طور پر کسی زندقہ کا اقرار اس نے کیا تھا ابن مقفع نہایت عفیف اور نیک سیرت انسان تھا وہ باعمل مفکر اور فلسفی تھا اس جیسے انسان سے مجون' اخلاق باختگی اور عریانی کا ظاہر ہونا ناممکن ہے' کچھ مثالیں ملاحظہ ہوں۔(۷)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سعید بن سلم لکھتا ہے کہ میں ایک بار کوفہ گیا میں ابن مقفع سے ملا وہ بہت مرحبا اور خوش آمدید کے ساتھ ملا۔ اس نے مجھ سے پوچھا! یہاں کیا کرنے آئے ہو؟ میں کہا! مجھ پہ لوگوں کا قرض ہے اسے چکانے آیا ہوں۔

ابن مقفع نے پوچھا تم نے کسی اور سے اس کا ذکر کیا ہے؟ میں نے کہا! ابن شبرمہ (۸) سے ذکر کیا تھا۔ اس نے مجھ سے کسی امیر کے بچوں کا استاد مقرر کرانے کا وعدہ کیا ہے' ابن مقفع نے کہا اف! اس آخری عمر میں کون تمہیں استاد مقرر کرے گا؟ تم کہاں ٹھہرے ہوئے ہو؟ میں نے اسے جگہ بتائی چنانچہ وہ دوسرے دن میرے پاس آیا' میرے پاس کچھ لوگ تھے میں انھیں پڑھانے میں مشغول تھا اس نے میرے سامنے ایک رومال رکھا۔ اس میں ٹوٹے ہوئے کنگن اور مختلف قسم کے درہم تھے۔ یہ کل مالیت چار ہزار درہم تھی۔ میں نے یہ رقم لی اور بصرہ آکر اس سے گذارہ کرتا تھا۔

اموی دور کا عظیم الشان کاتب عبدالحمید ابن المقفع کا دوست تھا۔ بنو امیہ کے زوال کے بعد پولیس عبدالحمید کی کھوج میں لگی ہوئی تھی اس نے ابن مقفع کے گھر پناہ لے رکھی تھی۔ اچانک پولیس نے چھاپہ مارا اور ابن مقفع کے گھر میں داخل ہوگئی۔ پولیس نے پوچھا! تم میں عبدالحمید کون ہے؟ تو ابن مقفع نے فوراً" کہا میں ہوں۔ عبدالحمید کہتا ہے مجھے خوف ہوا کہ کہیں پولیس اسے قتل نہ کردے تو میں فوراً" بول اٹھا ٹھہرو! جو صحیح علامات بتائے وہی عبدالحمید ہے۔ کیا اس قسم کے وفادار' شریف النفس اور ایثار پیشہ انسان سے توقع کی جاسکتی ہے کہ وہ عربوں یا شعائر دینیہ کا مذاق اڑائے؟ جشیاری کہتا ہے ابن مقفع پوشیدہ طور پر نہایت سخاوت کرنے والا تھا لوگوں کو کھانا کھلایا کرتا تھا۔ اور ہر ضرور مند کے کام آتا تھا۔ اس نے داؤد بن عمر کا کاتب رہ کر بہت دولت کمائی تھی۔ وہ بصرہ اور کوفہ کے کئی سفید پوش خاندانوں پہ پانچ سو سے ایک ہزار درہم ماہانہ تک خرچ کیا کرتا تھا۔ چنانچہ لکھتا ہے کہ وہ بہت بڑا سخی' شاہ سوار اور خوبصورت انسان تھا۔ ایک بار عیسی بن علی نے اسے شام کے کھانے پہ بلایا۔ اس نے کہا! اللہ امیر کو عزت بخشے آج کے دن تو میں اس عزت افزائی کا مستحق نہ تھا۔ عیسی نے پوچھا وہ کیوں؟ اس نے کہا! کیونکہ مجھے زکام ہے اور زکام پاس بیٹھنے کے لیے برا اور آزاد انسان کی مجلس سے منع کرنے والا ہے۔ لوگ اس کے ادب کو تعجب کی نگاہوں سے دیکھتے تھے۔ وہ اس سے پوچھتے تمھیں ادب کس نے سکھایا؟ وہ کہتا میری ذات نے۔ میں جب اپنے علاوہ کسی اور میں خوبی دیکھتا ہوں تو اس کے پاس آتا ہوں اور اگر برائی دیکھتا ہوں تو اس سے دور رہتا ہوں اس کی اخلاقیات پہ باقی تبصرہ خود اس کی کتابیں کرتی ہیں۔ یہی روایت اصمعی نے بھی بیان کی ہے۔

لہذا اس میں شک ہے کہ ابن مقفع کو منصور نے اس لیے مروایا تھا کہ وہ زندیق تھا کیونکہ تاریخ کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مطابق منصور کی تمام تر توجہ شورشوں اور بغاوتوں کے کچلنے میں صرف ہوئی ہے۔ باقی مہلت جو اسے ملی وہ اس نے سلطنت کے استحکام، تعمیر بغداد اور یونانی علوم کے ترجموں میں صرف کی۔ اس نے زنادقہ کی طرف بہت کم توجہ دی ہے۔ بلکہ ایک واقعہ سے ثابت ہوتا ہے کہ اس نے خود زنادقہ کو سیاسی مقاصد حاصل کرنے کے لیے استعمال کیا تھا۔ طبری بیان کرتا ہے کہ منصور نے محمد بن ابی العباس (جو خلافت کا متمنی تھی) کے پاس چند زندیق اور ماجن بھیجے۔ ان میں حماد عجرد بھی تھا۔ یہ محض اس لیے بھیجے تھے کہ عوام ان کو جب محمد بن ابی العباس کے ساتھ دیکھیں گے تو وہ اس سے نفرت کرنے لگے گیں۔ اور وہ خلافت حاصل نہ کر سکے گا۔

ابن مقفع کے زندقہ کے بارے میں قدیم ترین روایت جاحظ ہی کی ہے کہ ابن مقفع، مطیع بن ایاس اور یحیی بن زیاد دین کے لحاظ سے متہم تھے۔

دین لے لحاظ سے متہم تو خود جاحظ بھی تھا' یہ خود بہت بڑا معتزلی تھا اور اعتزال کے ایک مکتب فکر کا بانی تھا محدثین اور علماء کے نزدیک اعتزال کی جو حیثیت ہے وہ سب کے نزدیک عیاں ہے اور جاحظ کے بارے میں رجال کی کتابوں میں جو کچھ گوہر افشانی کی گئی ہے۔ میں ان سے صفحات کو سیاہ نہیں کرنا چاہتا۔ مختصر یہ کہ جو انسان خود متہم ہے دوسروں کے بارے میں اس کی اتہام کی رائے کتنی معتبر ہو سکتی ہے؟

ایک روایت یہ ہے کہ خلیفہ مہدی نے کہا میں نے زندقہ پہ جتنی بھی کتابیں پائی ہیں ان کی اصل ابن مقفع، مطیع بن ایاس اور یحیی بن زیاد کو پایا ہے۔(۹)

ابن مقفع کی جو کتابیں اس وقت دستیاب ہیں ہم نے اگلے باب میں ان پہ تفصیل سے بحث کی ہے وہیں سے اس روایت کے بطلان کا پتہ چل جائے گا۔

جہشیاری نے ایک روایت یہ بیان کی ہے کہ جب سفیان بن معاویہ نے اسے قتل کرنا چاہا تو اس سے کہا! اے زندیقہ کے بیٹے! میں تمہیں آخرت کی آگ سے قبل دنیا کی آگ میں جلا کر چھوڑوں گا۔

اس روایت سے صاف ظاہر ہے کہ سفیان محض اس کی ہتک کرنے کے لیے یہ الفاظ استعمال کر رہا ہے اور یہ کوئی عجیب بات بھی نہیں ہے سفیان کو ابن مقفع سے خدا واسطے کا بیر تھا اپنے دشمن کو بدنام کرنے کے لیے زندقہ کے الزام سے زیادہ اور کون سا الزام ہو سکتا تھا۔

ایک روایت قاضی باقلانی اور قاضی عیاض سے بھی مروی ہے کہ ابن مقفع نے قرآن کریم کا مقابلہ کرنے کی بھی جسارت کی تھی مگر انہوں نے دلیل میں ابن مقفع کی کسی کتاب یا کسی تحریر کا حوالہ نہیں دیا۔ اور نہ ہی ہمیں معلوم ہے کہ ابن مقفع نے کبھی خود اس کا دعوی کیا تھا۔ یہاں علم الکلام کے ان مباحث کو بھی نہیں چھیڑنا چاہئے کہ آیا قرآن کریم کا مثل پیدا کرنے کی استطاعت و قدرت خدا نے کسی کو دی ہے یا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کہ نہیں؟ اگر دی ہے تو اس کا مثل کیوں نہیں پیدا ہونے دیتا؟ اگرچہ علم الکلام کی کتابیں اس بحث سے مملو ہیں لیکن کیا ابن مقفع کو اس جسارت کی وجہ سے مروایا گیا تھا؟ تاریخ گواہ ہے کہ اس دور میں اس سے بھی زیادہ حیرت ناک دعوے کئے گئے تھے۔ بے شمار لوگوں نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا۔ مگر کسی پر بھی اتنی شدید گرفت نہیں ہوئی۔ لوگوں نے دین کے بارے نہایت برے عقائد کو ترتیب دیا مگر کسی کی طرف انگلی بھی نہیں اٹھائی گئی۔

مندرجہ بالا روایات کے عام ہونے کے بعد جس کے منہ میں جو کچھ آیا وہ ابن مقفع کے بارے میں کہتا گیا اور بے شمار روایات جن کا نہ سر ہے نہ پاؤں پھیلتی گئیں۔

آخر میں ایک روایت اور بھی درج کرتے چلیں۔ ایک بار ابن مقفع ایک آتش کدہ کے قریب سے گزرا تو اس نے احوص کے یہ اشعار پڑھے۔

یا بیت عاتکہ التی اتعزل ----- حذر العدی وبہ الفوائد موکل

اے عاتکہ کے گھر تجھ سے میں دشمنوں کے ڈر سے دور رہتا ہوں لیکن دل تمہارے ساتھ ہی اٹکا ہوا ہے۔

انی لامنحک الصدود وانی ---- قسماً الیک مع الصدود لامیل (۱۰)

میں کنی کتراتا ہوں لیکن تیری قسم اس کے باوجود میں تیری طرف مائل ہوں۔

اس سے ثابت کیا گیا کہ وہ زندیق تھا کہ اس کے دل میں ابھی تک آتش کدہ بسا ہوا تھا۔ اول تو یہ روایت مشکوک ہے اور اگر صحیح بھی ہے تو نتائج کا اخراج صحیح نہیں۔ اغلب ہے کہ جب وہ اس علاقے سے گذر رہا تھا تو اسے ایرانی عظمت و جلال یاد آگیا ہو اور عہد پارینہ کے تصور نے اسے یہ اشعار کہنے پہ مجبور کر دیا ہو۔

اس حقیقت میں ذرہ برابر بھی شک نہیں کہ اسلام لانے کے بعد بھی وہ ایرانی قومیت کا علم بردار رہا اور اس میں بھی وہ تنہا نہیں۔ جس شخص نے اپنی عمر کا ایک تہائی حصہ عجمیت میں گذارہ اس کے دل میں اگر ایرانی شان و شوکت کی طرف میلان پیدا ہوگیا ہو تو اس میں کوئی تعجب کی بات نہیں ہے۔ مادر وطن سے لگاؤ کبھی نہیں چھوٹتا اپنے ملک اور اپنی جائے پیدائش کسے پیاری نہیں ہوتی۔ خاص کر ایسی حالت میں کہ جب کوئی شخص قوم پرست بھی ہو۔ لہٰذا ان اشعار سے وطن پرستی تو ظاہر ہے لیکن اسے آتش پرستی ہم کسی صورت بھی نہیں کہہ سکتے پھر علمی زبان اور شعری زبان میں زمین و آسمان کا فرق ہوتا ہے' ہم یہ بھی تو کہہ سکتے ہیں کہ شائد اس آتش کدہ سے ابن مقفع کا کوئی تلخ تجربہ یاد یا ماضی کا کوئی فسانہ محبت وابستہ ہو اور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جذبات کی رو میں بے اختیار اس کی زبان پہ یہ اشعار رواں ہوگئے۔

وطن سے دوری ہر ایک پہ شاق گذرتی ہے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے مدینہ کی طرف ہجرت کی تھی تو رات کے سناٹے میں ایک پہاڑی پہ کھڑے ہو کر بیت اللہ کو مخاطب کرکے کہا تھا "خدا کی قسم تو اللہ کی سرزمین میں مجھے سب سے زیادہ محبوب ہے۔ اگر تیرے رہنے والے مجھے نکالنے پہ مجبور نہ کرتے تو میں کبھی نہ نکلتا۔(۱۱)

اسی ہجرت کے بعد مدینہ پہنچ کر بے شمار صحابہ کرام کو اپنا وطن مالوف یاد آیا کرتا تھا۔ اور اکثر آبدیدہ ہو جایا کرتے تھے۔ کئی ایک کو مدینہ کی آب و ہوا راس نہ آئی اور وہ بیمار پڑ گئے۔ حضرت بلال رضی اللہ تعالی حالت مرض میں یہ اشعار پڑھا کرتے تھے۔

الالیت شعری هل ابستین لیلته ---- بواد وحولی اذخر و جلیل

کاش! کیا میں پھر کبھی کوئی رات اس وادی میں گزاروں گا جہاں میرے اردگرد اذخر اور جلیل کی گھاس ہوگی (اشارہ مکہ کی طرف ہے)

وهل اردن یوما میاه مجنة وهل یبد والی شامه و طفیل

اور کیا میں مجنہ کے چشموں میں پھر کبھی آؤں گا۔ اور کیا شامہ اور طفیل کے پہاڑ پھر نظر آئیں گے۔(۱۲)

مجنہ مکہ میں ایک چشمہ تھا۔ شامہ اور طفیل دونوں پہاڑ ہیں مکہ کے۔ ابن مقفع عربی و فارسی کا جید عالم تھا۔ ایرانی قومیت کے رنگ میں رنگا ہوا تھا۔ اس نے اپنی قوم کے علوم و فنون' سیاست اور تاریخ کو زندہ کرکے دوام بخشنا چاہا۔ وہ اپنے عہد کے ملکی نظام میں خامیاں دیکھتا تھا۔ اور ایرانی نظام حکومت کو اس کا نعم البدل پیش کرکے سماج کی اصلاح کرنا چاہتا تھا۔ وہ ایک عظیم اور اعلی خاندان کا فرد ہونے کے ساتھ ساتھ دوستوں اور عوام کے جذبات کا ہمیشہ خیال رکھتا تھا۔ وہ دوستوں کے علم و فن کو بھی مانتا تھا۔ وہ نہایت خوش گفتار وسیع المشرب اور اعلی ظرف کا انسان تھا۔ مورخین نے لکھا ہے کہ صحابہ کے بعد عربوں میں خلیل جیسا اور عجمیوں میں ابن مقفع سے زیادہ ذہین کوئی نہیں پیدا ہوا یہ دونوں ادیب ہم عصر تھے۔ اور دونوں ایک دوسرے سے ملنا چاہتے تھے۔ چنانچہ عباد بن عماد المھلبی نے ان کی ملاقات کا انتظام کیا۔ جب دونوں کی پہلی بار ملاقات ہوئی تو وہ تین روز تک بحث مباحثہ کرتے رہے۔ جب یہ جدا ہوئے تو لوگوں نے خلیل سے پوچھا کہ تم نے عبداللہ کو کیسا پایا ہے تو خلیل نے کہا تمہیں جس قدر علم و ادب درکار ہو اس سے حاصل کرسکتے ہو۔ لیکن اس کا علم اس کی عقل پہ بھاری ہے' لوگوں نے عبداللہ سے پوچھا کہ تم نے خلیل کو کیسا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پایا؟ تو اس نے کہا وہ علم و ادب سے مکمل طور پر آراستہ ہے۔ البتہ اس کی عقل اس کے علم پہ بھاری ہے۔

مقام حیرت و استعجاب تو یہ ہے کہ ابن مقفع نے اپنے دوست ابو عمرو بن العلاء جو کہ قراء سبعہ میں سے ایک ہے کا مرثیہ کہا۔ یہ مرثیہ اتنا دردناک اور ادبی لحاظ سے اتنا بلند مرتبہ رکھتا ہے کہ ابو تمام نے اس کے اشعار اپنے مشہور عالم حماسہ میں درج کیے ہیں (۱۳) مگر اس پہ بھی اسے نہ بخشا گیا اور زندیق کہا گیا۔ اس مرثیے کے کچھ اشعار یہ ہیں۔

رزئنا ابا عمرو و لا حی مثلہ ---- فللہ ریب الحادثات ممن وقع

ہمیں ابو عمرو کی وفات سے صدمہ پہنچا' کوئی زندہ انسان اس جیسا نہ تھا۔ خدا ان حادثات کی مکاری سے سمجھے یہ کیسے انسان پہ آن ٹوٹتے ہیں!

فان تک قد فارقتنا وترکتنا ---- ذوی خلتہ مافی انسداد لھا طمع

اگرچہ تم ہم سے جدا ہوگئے اور ہمیں ایسی دوستی میں چھوڑ دیا جس کے ختم ہونے کی کوئی توقع نہیں۔

لقد جر نفعا فقدناک انا ---- امنا علی کل الرزایا من الجزع

لیکن آپ کے کھونے سے ہمیں فائدہ بھی ہوا ہے کہ ہم مصائب میں ہائے وائے کرنے سے بچ گئے یعنی ہمیں صبر آگیا۔

ان اشعار پہ مشہور لغوی ثعلب نے کہا آخری شعر سے ظاہر ہوتا ہے کہ ابن نفع کا مذہب شر کے ساتھ خیر ہونا ثابت ہوتا ہے' گویا وہ دو خداؤں کا قائل ہے۔ کیونکہ اسے موت میں بھی مقفع کا پہلو نظر آتا ہے۔ ہم ثعلب سے پوچھنا چاہتے ہیں کہ خدا تعالی کے اس قول کا کیا معنی ہے۔ یسئلونک عن الخمر و المیسر قل فیھما اثم کبیر و منافع للناس و اثمھما اکبر من نفعھما (۱۴) اے نبی! لوگ آپ سے شراب اور جوئے کے بارے میں سوال کرتے ہیں۔ تم کہو کہ ان میں بہت بڑا گناہ اور لوگوں کے لیے فائدے بھی ہیں لیکن ان کا گناہ ان کے نفع سے زیادہ ہے۔"

کیا ثعلب نے یہ بات کہہ کر سخت تجاہل سے کام نہیں لیا؟ ہم جانتے ہیں کہ ثعلب خالص عربی النسل ادیب تھا' عربی عجمی کی چپقلش تو اس دور میں عروج تک پہنچی ہوئی تھی۔ عجمی علماء و ادباء عربوں کو کسی لائق نہیں سمجھتے تھے اور عربی فضلاء عجمیوں کو اور ان کی تخلیقات کو نظر حقارت سے دیکھتے تھے۔ اس مسئلہ پہ ہم کسی اور باب میں بحث کریں گے۔

ابن مقفع کو زندیق ثابت کرنے کی ایک کڑی یہ ہے کہ "موستہ کا یتانی" نے تاریخ و تمدن اسلام پہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تحقیقات کی خاطر ایک قدیم کتاب چھاپی ہے جسے استاد میخائیل اینگلو گوئیدی نے ۱۹۲۷ء میں نشر کیا ہے۔ اس کا عنوان ہے "کتاب الرد علی الزندیق اللعین ابن مقفع علیہ لعنۃ اللہ۔ للقاسم بن ابراہیم علیہ من اللہ افضل الصلاۃ والتسلیم "زندیق لعین ابن مقفع کا رد۔اللہ کی اس پہ لعنت ہو' مصنف قاسم بن ابراہیم اس پہ اللہ کی سب سے افضل سلامتی و رحمتی ہو"

اس کتاب پر بحث سے قبل مصنف کا مزید تعارف ملاحظہ کرلیا جائے تو بہتر ہوگا۔ عمدۃ الطالب فی انساب آل ابی طالب میں اس مصنف کا پورا نام یوں درج ہے۔

القاسم بن ابراہیم بن طباطبا بن اسماعیل الدیباج بن ابراہیم الغمر بن الحسن المثنی بن حسن بن علی بن ابی طالب۔ ان کی وفات ۲۴۶ء میں ہوئی ہے گویا ابن مقفع کے ایک صدی بعد۔ مندرجہ بالا کتاب میں ابن مقفع کی کسی کتاب (جو ہم تک نہیں پہنچی) کا کوئی فقرہ تمہید کے طور پر لکھا گیا ہے اور پھر اس کا رد کیا گیا ہے' عربی متن کے ساتھ یہ کتاب پچپن صفحات پر مشتمل ہے' اس کے ساتھ پروفیسر گوئیدی نے اس کا اٹلی زبان میں ترجمہ کیا ہے۔ کتاب پر ایک تحقیقی مقدمہ اور تعلیقات ہیں۔ ابن مقفع کی طرف منسوب کیے گئے فقرات صاف بتا رہے ہیں کہ اس کتاب کی اصل غرض و غایئت کیا ہے؟ اس کا طریق کار اور زبان ابن مقفع کی تحریر سے بالکل مختلف ہے ہمارے نزدیک ابن مقفع نے نہ کوئی زندقہ پہ کتاب لکھی ہے اور نہ ہی قاسم نے اس کا کوئی رد لکھا ہے۔ ہمارے دلائل درج ذیل ہیں۔

۱۔ فنی لحاظ سے دیکھا جائے تو کتاب کا اسلوب ابن مقفع کے مشہور و معروف اسلوب سے بالکل مختلف نظر آتا ہے۔ ابن مقفع کی "رسالہ الصحابتہ" یا "کلیلہ دمنہ" میں کہیں بھی ہم کو مسجع و مقفی عبارت نہیں ملتی الا ماشاء اللہ مگر اس کتاب میں پورا زور بیان مقفی و مسجع ہے مثلاً" لان کون الشی لا من شئی ولا یقوم فی الوھم لہ مثال و ما لا یقوم فی الوھم لہ مثالی فمحال" (ص ۴۴)' پھر اس عبارت میں جو فلسفیانہ تعبیر کا رنگ چڑھا ہوا ہے وہ ابن مقفع کے بعد کے دور کا انداز ہے۔

۲۔ کتاب میں ابن مقفع اللہ تعالی کے دو ہاتھوں' خدا کے عرش پہ استواء اور اس کے دو کمانوں سے قریب ہونے کی عقلی تعبیرات یا ان کی رمز و کنایہ ہونے کا مذاق اڑاتا ہے۔ وہ ان الفاظ سے ان کے ظاہری معانی مراد لیتا ہے۔ حالانکہ ہم جانتے ہیں کہ ابن مقفع عربی لغت کا ماہر ترین شخص تھا۔ یہاں تک کہ اصمعی جیسا عربی دان کہتا ہے میں نے ابن مقفع کی تمام کتابیں پڑھی ہیں میں نے سوائے ایک فقرہ کے ان میں کہیں لحن نہیں پایا۔ وہ فقرہ یہ ہے "العلم اکثر من ان یحاط بالکل منہ فاحفظوا البعض" (۱۵)

جاحظ کہتا ہے ابن مقفع نے علم الکلام پہ بھی کتابیں لکھی تھیں۔ اس نے معتزلہ کا مقابلہ کرنے کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

لیے ان پہ اعتراضات بھی کیئے ہیں۔ لہٰذا یہ بعید معلوم ہوتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ اور استواء علی العرش وغیرہ کا ظاہری معنی مراد لے۔ علم الکلام میں تو ان اشیاء کو بطور تمثیل استعمال کیا جاتا ہے۔

۳۔ زیر بحث کتاب میں ابن مقفع اللہ کے انسان کے ساتھ تعلق کا مذاق اڑاتا ہے۔ مثلاً" یہ مخلوق جو کہ خود دست قدرت کا شاہکار ہے اپنے خالق پہ کیسے ٹوٹ پڑتی ہے' خدا کے دشمنوں نے اس کے انبیاء و رسل کو کیسے قتل کیا؟ وہ اپنی ہی مخلوق کو امراض و آلام میں مبتلا کرکے کیسے کیسے عذاب سے دوچار کرتا ہے؟ خدا مخلوق کو اپنے پہ ایمان لانے کا کیسے حکم دیتا ہے جب کہ مخلوق نے اسے دیکھا ہی نہیں' وہ ایسی چیز کی تصدیق کا حکم کیسے دیتا ہے جو عقل ہی میں نہیں آتی۔ شیطان کو کس طرح غلبہ حاصل ہے۔ اور سوائے چند ایک کے تمام لوگ شیطان کی ہی پیروی کرتے ہیں" وغیرہ وغیرہ۔ اس قسم کا استہزاء یا تمسخر صرف اسلام ہی میں معیوب نہیں بلکہ دنیا کے ہر مذہب میں معیوب ہے۔ ایسے الفاظ استعمال کرنا خود مانویت' زرد شیت یا ثنویت میں بھی ممنوع ہیں' ایسا کرنا خود ان مذاہب پر بھی طعنہ زنی ہے' اور ابن مقفع ایسا شخص ہے کہ بقول ایک روایت کے اس نے ایک رات بھی بغیر کسی مذہب کے نہیں گذاری۔ جس صبح کو ابن مقفع نے اسلام قبول کرنا تھا اس رات وہ منصور کے چچا عیسیٰ بن علی کے ہاں دعوت پر مدعو تھا۔ اس رات اس کے منہ سے کچھ گنگنانے کی آواز آ رہی تھی۔ عیسیٰ نے اس کے بارے میں پوچھا تو ابن مقفع نے کہا! میں ایک رات بھی بغیر مذہب کے گذارنا پسند نہیں کرتا۔ (ہو سکتا ہے مجوسی مذہب میں یہ رات کا کوئی وظیفہ ہو) بہرحال ابن مقفع نے عیسیٰ سے کہا! میرے دل میں اسلام جاگزیں ہو چکا ہے میں آپ کے ہاتھ پر مشرف بہ اسلام ہونا چاہتا ہوں۔ چنانچہ صبح کو عیسیٰ نے تمام قائدین سلطنت' اور بڑے بڑے عہدہ داروں کو بلایا اور ان کے سامنے ابن مقفع کے اسلام کا اعلان کیا اور اس کا نیا نام عبداللہ رکھا گیا۔ صرف رسالہ الصحابہ میں ایک ابتدائی فقرہ ملتا ہے جسے مانویت کی طرف میلان کہا جا سکتا ہے وہ ہے باسم النور الرحمن الرحیم" اس کے علاوہ ابن مقفع کی تمام کتابوں میں ایک بھی سطر ایسی نہیں جس سے اسلام کے علاوہ کسی اور مذہب کی بو آتی ہو۔ مگر یہ فقرہ بھی مذہب اسلام کے خلاف نہیں ہے خود قرآن و حدیث سے ثابت ہے کہ اللہ کا ایک نام النور ہے۔ اللہ نور السموات والارض" یہ آیت سورہ نور میں موجود ہے۔(۱۶)

کسی مذہب کا مذاق اڑانا ابن مقفع کی فطرت سے بہت دور ہے یہ بات اتنے عظیم انسان کے شایان شان بھی نہیں ہے۔

۴۔ اس وقت ہمارے سامنے تاریخ کے جو مستند ماخذ موجود ہیں خاص کر جو عہد عباسی کے ابتدائی دور کے بارے میں مثلاً" مروج الذھب اور الفہرست ان میں اس کتاب کا کہیں بھی ذکر نہیں ملتا۔ ابن ندیم تو

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ایسی کتابوں کے نام گنوانے میں بہت ہی حریص واقع ہوا ہے جو مسلمانوں کے دینی شعور کو بیدار کرتی ہوں اور انہیں ان کا رد لکھنے پہ برا نگیختہ کرتی ہوں۔

قاسم بن ابراہیم کے رد لکھنے کے بارے میں بھی ہم شک و شبہ میں مبتلا ہیں کیونکہ!

۱- فنی لحاظ سے دیکھا جائے تو قاسم تیسری صدی ہجری کے نصف اول کا شخص ہے۔ کتاب اول سے لیکر آخر تک مقفی و مسجع ہے۔ یہ جاحظ کا دور ہے جاحظ اور اس کے ہم فکر ادباء سجع سے پرہیز کرتے ہیں۔ اس دور کی تمام کتب ادب میں سجع نہیں ملتا۔ اگر سجع آتا بھی ہے تو وہ بلا تکلف ایک یا دو سطروں میں آتا ہے۔ مگر اس کتاب میں تو سجع کی بھرمار ہے ایک اور مثال ملاحظہ ہو۔

"فالانس والخلق لیس بینهما عندکم خلاف' والاعیان والاعراض فقد تجمعها الاوصاف" (ص ۷)

۲- ابن ندیم نے الفہرست میں قاسم بن ابراہیم کی جن کتابوں کا تذکرہ کیا ہے وہ یہ ہیں کتاب "الاشربہ" کتاب "الامامتہ" کتاب "الایمان والنذور" کتاب "سیاستہ النفس" اور کتاب "الرد علی الرافضہ" ان میں زیر بحث کتاب کا کوئی تذکرہ نہیں ہے اور نہ ہی ان کتابوں میں ابن مقفع پہ رد ملتا ہے۔(۱۷)

چلتے چلتے ہم ایک اور نکتہ کی طرف اشارہ کرتے ہیں' گذشتہ بحث میں ہم نے ابن مقفع کو ایک مذہبی انسان ثابت کیا ہے (لیکن یہ یاد رہے کہ وہ روائتی مذہبی انسان تھا) مگر اس کی عالی ظرفی اور بلند اخلاق مذہب سے پیدا نہیں ہوئی بلکہ اس کے فلسفہ حیات اور ثقافت کی مرہون منت ہے۔ عظیم انسانوں کی اخلاقیات یا تو مذہب کی وجہ سے ہوتی ہیں یا فلسفہ کی وجہ سے۔ مثلاً حسن بصری کی اخلاقیات کا سرچشمہ مذہب ہے۔ ان کے اخلاق عالیہ اور اقوال میں جابجا مذہب کی روشنی نظر آئے گی۔ وہ صدق' عدل اور احسان کو محض اس لیے خوبی کہتے ہیں کہ مذہب نے ان کی تلقین کی ہے یا خدا نے ان کا حکم دیا ہے۔ ابن مقفع کے اخلاقیات کا منبع فلسفہ ہے' وہ صدق' عدل اور احسان کا پرچار اس لیے کرتا ہے کہ یہ چیزیں فی نفسہ عظمت و شرف کی حامل ہیں۔ اگر ان پر عمل کرنے کا حکم خدا نہ بھی دیتا تب بھی ان میں حسن و خوبی موجود ہے اور انسانوں کو ان پر عمل کرنا چاہئے۔ ابن مقفع ان آداب کی سند میں شاذونادر ہی قرآن و حدیث کا حوالہ دیتا ہے۔ وہ ان کی عقلی تعلیل کرتا ہے۔ وہ خود بھی مہذب تھا اور ایک عظیم تہذیب کا گل سر سبد تھا۔ اس کی تعلیمات میں ایمان یا اللہ کا ذکر تو ملتا ہے لیکن وہ اس کی تفاصیل میں جانے سے ہمیشہ پرہیز کرتا ہے

بعض کتابوں میں آیا ہے کہ اس نے محض دکھاوے کی خاطر اسلام قبول کیا تھا اور اس کے دل میں اسلام کی قدر و منزلت نہیں تھی۔ بہتر ہے کہ اس بحث سے پرہیز ہی کیا جائے۔ کس کس نے اس کے دل کو چیر کر دیکھا تھا؟(۱۸) کسی شخص کے قلبی و باطنی ارادوں کے بارے میں ہم صرف اندازہ لگا سکتے ہیں اور پھر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کسی ایسے شخص کے بارے میں رائے دشوار ہے جس کے اور ہمارے درمیان صدیوں کے دبیز پردے حائل ہوں۔ اور خاص کر اس کے بارے میں جو نہ صرف سیاستدان رہا ہو بلکہ سیاسی معاملات میں سرگرم عمل بھی رہا ہو۔

مندرجہ بالا بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ ابن مقفع کے قتل کا سبب زندقہ نہیں بلکہ کچھ اور تھا۔

"امان نامے والی روایت"

آیئے اب دوسرے سبب پر بحث کرتے ہیں کہ وہ کس قدر حقیقت کے قریب ہے؟ منصور کے دور میں اس کے چچا عبداللہ بن علی والئی دمشق نے بغاوت کر دی تھی۔ اس کا دعوی یہ تھا کہ سفاح نے مرنے کے بعد اسے خلیفہ نامزد کیا تھا۔ منصور نے اس کی سرکوبیؒ کے لیے ابو مسلم خراسانی کو مقرر کیا۔ عبداللہ بن علی کے دوسرے دو بھائیوں عیسی بن علی اور سلیمان بن علی نے منصور سے جان بخشی کی سفارش کی۔ منصور نے امان دے دی۔ عبداللہ بن علی نے ایسی امان لکھوانی چاہی جسے منصور بعد میں توڑ نہ سکے۔ ابن مقفع اس وقت سلیمان بن علی کا کاتب تھا۔ چنانچہ سلیمان نے اسے امان نامہ لکھنے کا حکم دیا اور ابن مقفع نے امان نامہ لکھا۔ اس کے آخر میں درج تھا۔

"ان غدر بعمہ اوباحد ممن معہ فنساہ طوالق وعبیدہ احرار و دوابہ محرمتہ علیہ والمسلمون فی حل من بیعتہ بل علیھم ان یحاربوہ حتی یعطی عن یدہ ھو صاغر ---- فانہ ان فعل یکون کافرا وخارجا" من جمیع الادیان (۱۹)

ترجمہ: اگر منصور نے اپنے چچا یا چچا کے ساتھ دینے والوں سے بے وفائی کی تو اس کی بیویوں کو طلاق ہو جائے گی۔ اس کے غلام آزاد ہو جائیں گے اور اس کے مویشی اس پر حرام ہو جائیں گے۔ مسلمان اس کی بیعت توڑ دیں گے۔ بلکہ منصور کے ساتھ جنگ کرنا ان پر فرض ہو جائے گا۔ یہاں تک کہ وہ اپنے ہاتھ سے جزیہ عطا کرے اور وہ ذلیل بن کر رہے ..... اور اگر اس نے بے وفائی کی تو وہ کافر ہو جائے گا اور تمام ادیان سے خارج ہو جائے گا" اس پر منصور بہت طیش میں آیا اور اسے قتل کرا دیا۔

یہ روایت ابن جوزی کی ہے۔ ہم ابن جوزی کی مورخانہ حیثیت پر بحث نہیں کرتے۔ کیونکہ یہ ہمارے موضوع سے خارج ہے۔ ہم صرف اتنا اشارہ کریں گے کہ حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں جگہ جگہ ابن جوزی پر تنقید کی ہے اور بار بار اس کے وہم و نسیان کی نشاندہی کی ہے۔(۲۰) مگر چونکہ یہ روایت تمام مصادر میں بیان کی گئی ہے۔(۲۱) لہذا ہم اس کی تحلیل کرتے ہیں۔ پہلے ہم ابن مقفع کے ادبی مقام کو متعین

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کرتے ہیں کہ آیا وہ ایسی تحریر لکھ سکتا تھا یا کہ نہیں؟

سیاسی اور اجتماعی لحاظ سے عہد عباسی کو چار ادوار میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ پہلا دور سفاح سے لیکر متوکل کے دور تعر ہے (۱۳۲ھ سے ۲۳۲ھ تعر)۔ دوسرا دور متوکل سے لیکر بغداد میں بو یہیوں کے غلبہ تعر ہے (۲۳۲ھ سے ۳۳۴ھ تعر) تیسرا دور بو یہیوں سے لے کر سلاجقہ کے اثر و رسوخ تعر ہے (۳۳۴ھ سے ۴۴۷ھ تعر) اور آخری دور سلاجقہ سے لے کر ھلاکو کے حملہ تعر ہے (۴۴۷ھ سے ۶۵۶ھ تعر)

اس دور کے انشاء پردازوں کو بھی تقریباً" انہی چار ادوار کے مطابق چار طبقوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ ہر طبقہ نے اپنے اپنے زمانے میں بے انتہا ادبی عروج و کمال حاصل کیا ہے۔ اور ہر ایک طقبہ کی خصوصیات و ممیّزات جدا جدا ہیں۔

پہلے طبقہ کے سردار ابن مقفع ہیں، ان کے اسلوب میں نیرنگی عبارت جملوں کو (چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں میں) توڑنا، الفاظ میں ہم آہنگی، سہل پسندی، معانی کا زیادہ اہتمام اور سجع بندی سے گریز شامل ہیں۔ بلاغت کی یف کرتے ہوئے وہ کہتا ہے۔ "بلاغت یہ ہے کہ جب جاہل اسے سنے تو سمجھے کہ وہ بھی اس طرح کی خوشنما عبارت بنا سکتا ہے" ایک دوسرے انشاء پرداز سے اس نے کہا "دیکھو بلاغت کی ہوس میں غیر مانوس و غریب الفاظ کی جستجو میں نہ رہنا۔ کیونکہ یہی سب سے بڑی کمزوری ہے" ایک اور انشاء نگار سے اس نے کہا "تمہیں سوقیانہ الفاظ سے بچتے ہوئے سہل و فصیح الفاظ استعمال کرنے چاہیں" اس طبقہ کے انشاء پردازوں میں یعقوب بن داؤد، جعفر بن یحیٰ، حسن بن سہل، عمرو بن مسعدہ، سہل بن ہارون، اور حسن بن وہب، ابن الزیات اور احمد بن یوسف شامل ہیں۔

دوسرے طبقہ کا رئیس جاحظ ہے۔ اس کی عبارت کے الفاظ آسان اور پر شوکت ہوتے ہیں۔ اس کا اسلوب پہلے طبقہ سے زیادہ مشابہ ہے۔ لیکن اس طبقہ کے اسلوب کی خصوصیات ایک جملہ کو بہت سے مقفی یا غیر مقفی فقروں میں توڑنا، الفاظ اور جملوں میں اطناب، بات سے بات نکالتے چلے جانا، پڑھنے کی اکتاہٹ دور کرنے کے لیے سنجیدہ اور ٹھوس مضامین میں ہنسی مذاق کی آمیزش، مضمون کے تمام گوشوں کو اجاگر کرنا، اور مطلب کو کھول کر بیان کرنا، عقل و منطق سے استدلال اور انشائے عبارت میں دعائیہ جملے لانا ہیں۔ اس طبقہ میں سعد بن حمید اور ابن ثوابہ ابن قتیبہ، مبرد اور صولی شامل ہیں یاد رہے کہ جاحظ اگرچہ پڑھنے کی اکتاہٹ دور کرنے کی کوشش کرتا ہے مگر پھر بھی اس کی عبارت میں طوالت کی وجہ سے اکتاھٹ محسوس ہوتی ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ابن ابی الا صبح نے "تحریر التحبیر" میں لکھا ہے متقدمین اپنی عبارتوں میں سجع کا خاص طور پر اہتمام و التزام نہیں کرتے تھے۔ الا یہ کہ دوران کلام وضاحت سجع کی متقاضی ہوتی اور وہ بلا قصد و تکلف کے بہم پہنچ جائے، لیکن ان کے جملے باہمدگر موزوں، الفاظ مناسب، معانی واضح، عبارتیں خوشنما اور فصلیں متقابل ہوتی تھیں۔ اور یہی امام علیؓ اور ان کے نقش قدم پر چلنے والے ارباب قلم کا اسلوب ہے۔ مثلاً" ابن مقفع، سہل بن ہارون، جاحظ اور دیگر علماء و ادباء وغیرہ۔

تیسرے طبقہ کے سردار ابن العمید ہیں۔ اور ان کا اسلوب نہایت دلنشین اور طبیعت کو موہ لینے اور وجدان پر قابو پا لینے والا ہے۔ کیونکہ یہ بالکل شاعرانہ طریقہ ہے۔ اس میں وزن کے علاوہ کسی چیز کی کمی نہیں ہے۔ اور یہ طرز اداء اپنی لازمی قیود کی پابندی اور تمام اسالیب پر غالب آنے کی وجہ سے یورپ کی قدیم تقلیدی (مقبول عام) اسلوب سے بہت زیادہ مشابہ ہے۔

اس اسلوب کے لیے، چھوٹے چھوٹے مسجع جملے، تجنیس (مشابہ و ہم شکل الفاظ) تاریخ اور دیگر علوم کے لطائف کی آمیزش، اثنائے عبارت میں شعروں سے استشہاد، نفس مضمون کی سلامتی و عمدگی کے ساتھ تخیل و تشبیہ میں وسعت، لازمی ہیں۔ اس اسلوب کو اپنانے والوں میں صاحب ابن عباد، ابو حیان توحیدی، الوزیر المہلبی، خوارزمی، بدیع الزمان ہمدانی، صابئ اور ثعالبی اور المعری ہیں۔ "مقامات" اس طبقہ کے آثار میں سے ہے جو بدیع الزمان ہمدانی نے لکھے۔

چوتھے طبقہ کے قائد قاضی فاضل ہیں۔(۲۲) ان کے اسلوب کی بنیاد سجع بندی اور بدیع پسندی ہیں جو تیسرے طبقہ کے اسلوب کے مطابق ہے۔ لیکن توریہ (لفظی ہیر پھیر، و ابہام) اور تجنیس میں انہوں نے اس قدر غلو کیا کہ اس کے زمانے میں انشاء پردازی محض تصنع و تکلفات کا مجموعہ بن کر رہ گئی۔ جس کے الفاظ نہایت خوبصورت و خوشنما ہوتے لیکن مضمون ناقص اور خیال نامکمل۔ اس طرز کے انشاء پردازوں میں "المثل السائر" کے مصنف ابن اثیر اور کاتب اصبہانی ہیں۔ ایسی عبارت دور انحطاط کی نشانی ہوتی ہے۔

یہ تو ممکن ہے کہ طبقہ متاخر بن کا کوئی ادیب طبقہ اول کی تقلید و پیروی کرے۔ لیکن طبقہ اول کے لیے یہ ممکن نہیں کہ وہ متاخرین کی پیروی کر سکے۔ مثال کے طور پر اگر طبقہ اول کی منطقی طور پر عمومی خصوصیت سادگی اور سجع سے گریز ہے تو اس میں سجع تلاش کرنا بے معنی ہے۔

طبقہ اول کے سرخیل کے بارے میں یہ کہنا کہ اس نے اس قسم کی بیہودہ امان لکھی بالکل غیر یقینی بات ہے۔ ابن المقفع جیسا بااخلاق اور مودب شخص ایسی بازاری اور لچر تحریر نہیں لکھ سکتا تھا۔ اس نے فارسی زبان کا انمول ادب عربی میں منتقل کیا تھا۔ اس نے ارسطو کی ایک کتاب کا بھی عربی میں ترجمہ کیا تھا۔(۲۳)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اس کی تحریر کھوکھلی اور پھسپھسی نہیں ہے بلکہ اس کی تحریر غزیرالمعانی ہے۔ وہ الفاظ کے انتخاب میں نہایت محتاط تھا۔ علماء ادب نے بیان کیا ہے کہ ابن المقفع کی تحریروں میں ہم نے جگہ جگہ وقفے دیکھے ہیں۔ جیسا کہ کسی کا قلم ٹھہر ٹھہر کر آگے چلتا ہے۔ اس بارے میں اس سے پوچھا گیا تو اس نے کہا "میرے دل میں الفاظ قطار در قطار آتے ہیں ان کے انتخابات میں میرا قلم کچھ دیر کے لیے رک جاتا ہے"

محمد بن سلام کہتا ہے "ہم نے اپنے مشائخ سے سنا ہے کہ صحابہ کے بعد عربوں میں؛ خلیل سے بڑھ کر کوئی ذہین اور جامع العلوم پیدا نہیں ہوا اور عجم میں ابن مقفع سے بڑھ کر کوئی ذہین اور جامع العلولم پیدا نہیں ہوا۔ ابن ندیم کہتا ہے "بلغاء الناس عشرۃ" لوگوں میں صرف دس ادیب بلیغ ہوئے ہیں۔ ان میں پہلا ابن مقفع ہے۔ ایک جگہ کہتا ہے "الکتب المجمع علی جودتھا" وہ کتابیں جن کی جودت پر سب کا اتفاق ہے ان میں ابن مقفع کی "الیتیمہ" بھی شامل ہے۔(۲۴) پوری عبارت یہ ہے "عھد اردشیر کلیلۃ و دمنۃ رسالہ عمارہ بن حمزہ الماھانیہ الیتیمہ لابن المقفع و رسالۃ الحسن لا حمد بن یوسف" ترجمہ : اردشیر کے عہد میں لکھی گئی کلیلہ و دمنہ' عمارہ بن حمزہ کا رسالہ ماہانیہ' ابن مقفع کی الیتیمہ اور احمد بن یوسف کا رسالہ الحسن۔

جعفر بن یحیی کہتا ہے "ادب عربی میں عبدالحمید جڑ ہے' سہل بن ہارون شاخ ہے' احمد بن یوسف پھول ہے اور ابن مقفع پھل ہے"

ایسے فصیح و بلیغ ادیب کے بارے میں یہ کہنا کہ اس نے غیر سنجیدہ امان نامہ لکھا' نہایت بعید از قیاس ہے۔ کوئی کہہ سکتا ہے کہ اسے ایسی تحریر لکھنے کا حکم دیا گیا تھا' یعنی خود عبداللہ نے لکھوائی تھی۔ سوال یہ ہے کہ اگر ایسے الفاظ تحریر میں لانے تھے تو عبداللہ نے خود ہی یہ تحریر کیوں نہ لکھ لی؟ وہ خود بھی تو یہ امان نامہ لکھ سکتا تھا۔ ابن مقفع جیسے کاتب کو تکلیف دینے کی کیا ضرورت تھی؟ پھر ابن مقفع کوئی غبی انسان نہیں تھا کہ وہ ایک زیر عتاب خاندان کے دباؤ میں آکر خلیفہ کو گستاخانہ کلمات لکھتا۔

عبداللہ بن علی کے سر پر تو موت منڈلا رہی تھی وہ بے دست و پا انسان تھا' اور سب کو پتہ تھا کہ منصور نے اگر وقتی طور پر اسے معاف بھی کر دیا تو وہ اسے ختم کرکے ہی چھوڑے گا' ہاں اگر منصور علی بن عبداللہ کے خلاف ایسی تحریر لکھواتا تو بات سمجھ میں آ جاتی' کیونکہ وہ صاحب اختیار شخص تھا۔ اس کی حکم عدولی گویا صلیب و دار کو دعوت دینا تھا۔ لہٰذا ہمارے نزدیک امان نامے والی روایت بھی بے سروپا اور بے بنیاد ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

"ایرانی ثقافت کا انقلاب"

کہا جاتا ہے کہ ابن مقفع عرب معاشرہ میں ایرانی ثقافت رائج کرنا چاہتا تھا۔ اس کے ردعمل میں عرب بیورو کریسی نے اسے صفحہ ہستی سے مٹا دیا۔ آیئے اس کا بھی جائزہ لیتے ہیں۔ عہد عباسیہ میں چار ثقافتیں پہلو بہ پہلو نظر آتی ہیں۔ ایرانی' ہندی' یونانی اور عربی ثقافت۔ انہی ثقافتوں نے فنون ادب' فلسفہ' حساب اور سائنسی علوم کے ذریعے اس دور میں ایک موثر کردار ادا کیا ہے۔ انہی کے امتزاج سے اس دور کا مسلمان معاشرہ مرکب ہے۔ جس طرح زنجیر کی ہر کڑی اپنا علیحدہ علیحدہ وجود تو رکھتی ہے مگر تمام کڑیوں کے باہم ارتباط اور تنظیم سے پوری زنجیر بنتی ہے۔ اسی طرح یہ تمام ثقافتیں علیحدہ علیحدہ وجود بھی رکھتی تھیں مگر ان سب کے مجموعے کو اسلامی معاشرہ کہا جاتا ہے۔ ایرانی ثقافت کے اثر و نفوذ کے کئی اسباب تھے۔

۱۔ عباسی تحریک بنیادی لحاظ سے ایک ایرانی تحریک ہی تھی۔ بنو امیہ کے عربی استبداد کے خلاف ایرانیوں اور موالیوں نے عباسی تحریک میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ عباسی تحریک کا عظیم داعی اور عرب مخالف ابو مسلم خراسانی ایرانی ہی تھا۔

۲۔ عباسی حکومت جب قائم ہوگئی تو نظام سلطنت چلانے کے لئے اس نے ایرانی شہنشاہیت کا نمونہ پیش نظر رکھا اور اسی کی تقلید کی۔ سفاح کے دور میں پہلی بار عہدہ وزارت قائم کیا گیا۔ عہد عباسی میں جس قدر نامور وزراء گزرے ہیں وہ سب ایرانی یا موالی تھے۔ مثلاً" پہلا وزیر ابو سلمہ الخلال ایرانی موالی تھا۔ خالد برمکی ایرانی اشرافیہ سے تعلق رکھتا تھا۔ منصور کا وزیر ابو ایوب الموریانی اہواز کا باشندہ تھا۔ ہارون کے دور کا خاندان برامکہ اور مامون کے دور میں دو بھائی فضل بن سہل اور حسن بن سہل ایرانی اشرافیہ سے تعلق رکھتے تھے یہ دونوں بھائی مامون کے وزیر رہ چکے تھے۔

اندلس کی طرح بغداد میں ہر محکمہ کا وزیر علیحدہ نہیں ہوتا تھا۔ بلکہ یہاں وزیر سیاسی' اقتصادی' عسکری اور تمام دفتری امور کا سب سے بڑا منتظم ہوتا تھا۔ وزیر خود ہی ان تمام شعبوں کو چلاتا تھا۔ مامون کے مشہور وزیر فضل بن سہل کو "ذو ریاستین" (دو اقلیموں کا مالک) کا خطاب دیا گیا تھا۔ کیوں کہ وہ اقلیم سیف و قلم دونوں کا شاہ سوار تھا(۲۵)۔ وزیر کیلئے ہرفن مولا اور یکتائے روزگار ہونا ضروری تھا۔ وہ عالم اور کاتب بلیغ ہونے کے ساتھ ساتھ ماہر سیاست بھی ہوتا تھا۔ عرب صرف صاحب سیف تھے صاحب قلم نہ تھے۔ عہد اموی میں بھی جو صاحب کتابت ہوئے ہیں ان میں بھی اکثریت موالی کی ہے مثلاً" عبد الحمید کاتب اور ہشام کا غلام سالم وغیرہ۔(۲۶)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

عہد عباسیہ میں ہر گورنر کے پاس ایک کاتب ہوتا تھا۔ مثلاً" موصل کے والی محمد بن صول کا کاتب حماد عجرد تھا۔ کرمان کے والی داؤد بن عمر بن ہبیرہ کا کاتب ابن مقفع تھا۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ پوری سلطنت میں کاتبوں کی ایک وحدت موجود تھی جس کا سربراہ وزیر ہوتا تھا۔ یہ تمام کتاب اور وزراء چونکہ ایرانی تھے لہٰذا انہوں نے اپنے خارجی مظاہر میں اپنے آباء کی تقلید کی۔ فضل بن سہل ایک بازو والی کرسی پہ بیٹھا کرتا تھا۔ جب وہ مامون کی خدمت میں باریاب ہونا چاہتا تھا تو اسی کرسی پہ سوار ہوکر آتا تھا۔ جب مامون کی آنکھ اس پہ پڑتی تھی تو یہ کرسی سے اتر جاتا تھا اور چل کر اس کے آگے آتا تھا اور سجدہ کرتا تھا۔ اس کے بعد کرسی اٹھا کر پھر اس کے سامنے رکھی جاتی تھی اور اسی پہ بیٹھ کر واپس چلا جاتا تھا۔ (غالباً" اس کے پہیئے لگے ہوں گے)۔ فضل بن سہل اکاسرہ ایران کی تقلید میں ایسا کرتا تھا۔

جہاں تک فلسفہ' جغرافیہ' تاریخ اور سماجی علوم کا تعلق ہے ایرانی ہر لحاظ سے عربوں سے آگے تھے۔ انہیں صرف عربی زبان سیکھنے کی زحمت گوارہ کرنا پڑی۔ اور پھر اس کے ساتھ ہی وہ تفسیر' حدیث اور فقہ وغیرہ تمام علوم اسلامیہ میں بھی عربوں سے سبقت لے گئے۔ وزارت میں اثر و رسوخ حاصل کرنے کے بعد انہوں نے پوری سلطنت میں ایرانی روایات کو پھیلانے کی شعوری کوشش کی۔

۳۔ ایرانی ثقافت کے پھیلنے کا تیسرا سبب یہ ہوا کہ دار الخلافہ شام سے عراق منتقل کردیا گیا۔ اس کی پہلی وجہ تو یہ تھی کہ دمشق بنو امیہ کا گڑھ تھا۔ اور مغرب کی طرف ایک کونے میں تھا۔ یہاں اموی بغاوت کا ہر وقت خطرہ لاحق رہتا تھا۔ بغداد سلطنت کے وسط میں تھا۔ یہاں ہر ثقافت کا ملاپ آسانی سے ہوسکتا تھا۔ یہ خراسان کے بھی قریب واقع تھا۔ جہاں ہر سال شورشیں رہتی تھیں انہیں کچلنے کے لئے فوری کاروائی بغداد ہی سے ممکن تھی۔ اس کے علاوہ یہ حملہ آور دشمن روم سے دور تھا۔ بغداد تمام سامی اقوام کے نقطہ اتصال پہ تھا۔ اس کی آب و ھوا نہائت معتدل تھی۔ بغداد کی حیثیت وہی ہوگئی تھی جو قدیم امتوں میں بابل و مدائن کی تھی یہاں بہت جلد ایرانیوں کا غلبہ ہوگیا۔ اس کی تعمیر میں بھی ایرانیوں کا مشورہ شامل تھا۔ یہاں پر بے شمار فارسی کتب کا ترجمہ ہوا ایرانیوں کا علم ھیئت' ھندسہ' جغرافیہ اور تاریخ عربی زبان میں منتقل ہوگیا۔ ایرانی ادب و سیاست کی بے شمار کتابیں عربی میں ترجمہ ہوگئیں۔

فارسی ثقافت کی وجہ سے ادب کے معانی میں بدل گئے۔ صدر اسلام میں ادب کے معنی تہذیب و اخلاق تھے۔ اموی دور میں اتنی ترقی ہوئی کہ ادب میں لغت' شعر اور ایام عرب بھی شامل ہوگئے۔ عہد عباسیہ میں ادب کے معنی بہت وسیع ہوگئے "الاخذ من کل شی" ہر علم کی کچھ نہ کچھ معلومات رکھنا ہی ادب کی جان قرار پایا۔ بلکہ بعض کھیلوں کا علم بھی رکھنا ادب کے لئے ضروری ہوگیا۔ مثلاً" حسن بن سہل کہتا ہے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

آداب کی دس اقسام ہیں۔ تین شہر جانی ہیں، تین انو شیروانی ہیں، تین عربی ہیں اور ایک ان سب سے حاصل کیا جاتا ہے۔ شہر جانی یہ ہیں۔ عود بجانا، شطرنج کھیلنا اور گاف کھیلنا۔ انو شیروانی یہ ہیں، طب، ہندسہ اور شاہ سواری۔ عربی یہ ہیں شعر، نسب اور ایام الناس اور آخری جو ان سب سے نکالا گیا ہے وہ ہے چٹکلے، شب کی حکایات اور مجالس میں ہونے والی گفتگو۔ یہی وجہ ہے کہ اس دور میں جتنی بھی اہم تصانیف منظر عام پر آئیں ان میں یہ تمام آداب نظر آتے ہیں مثلاً جاحظ کی البیان والتبیین۔ مبرد کی الکامل اور ابن قتیبہ کی عیون الاخبار وغیرہ۔ حالانکہ یہ تینوں ادیب عرب روایات کے سخت حامی ہیں۔

ایرانی علوم کو ابن مقفع نے بھی عربی میں منتقل کیا۔ اس نے ایرانی تاریخ کی کتاب "خدائے نامہ" کا ترجمہ "تاریخ ملوک الفرس" کے نام سے کیا۔ طبری کی تاریخ کا سب سے بڑا ماخذ یہی کتاب ہے۔ ایرانی آئین کی کتاب "آئین نامہ" کا بھی ترجمہ کیا۔ مسعودی نے اس کتاب کو چار ہزار صفحات میں دیکھا تھا۔

ابن مقفع نے "کلیلہ دمنہ" کا بھی ترجمہ کیا۔ مزدک کی سوانح عمری کو عربی میں منتقل کیا اور انو شیروان کی سیرت "التاج" کا عربی ترجمہ کیا۔ اس کے علاوہ اس نے کتاب "کیکئین" لکھی۔ جو ایرانی شہنشاہوں کی تاریخ و سیرت پر ایک مستند کتاب تھی۔

ابن مقفع ایرانی ثقافت کا نمائندہ اور گل سرسبد تھا۔ مگر کیا یہی جرم اس کی موت کا سبب بنا؟ ایرانی ثقافت کو عربی میں منتقل کرنے میں ابن مقفع منفرد نہیں ہے۔ بلکہ ابن ندیم نے ایسے مترجمین کے پندرہ نام گنوائے ہیں۔ جن میں ال نو بخت، زادویہ بن شاہویہ الاصفہانی، بھرام بن مروان شاہ اور عمر بن فرخان قابل ذکر ہیں۔ جنہوں نے بے شمار فارسی کتب کا عربی ترجمہ کیا۔ مگر ان میں سے کسی کو بھی اس جرم کی پاداش میں صلیب پہ نہیں لٹکایا گیا۔ مامون کا وزیر حسن بن سہل ان پندرہ مترجموں میں شامل ہے اور اس کی بیٹی بوران کے ساتھ مامون نے شادی بھی کی ہے۔ جو غالباً تاریخ عالم میں ایک مشہور اور اہم شادی ہے۔ (۲۷) لہٰذا یہ کہنا کہ ابن مقفع کی موت عرب معاشرہ میں ایرانی ثقافت کو پروان چڑھانے کی وجہ سے ہوئی، غلط ہے۔ ابن مقفع نے ایرانی ثقافت کو محض اصلاح کے جذبہ کے تحت پھیلایا ہے۔ یہ ٹھیک ہے کہ ایرانی ثقافت کے داعی کبھی عملی طور پر بھی تحریکیں برپا کیا کرتے تھے لیکن عربوں کو جب بھی موقعہ ملتا تھا وہ ان کو سختی سے دبا دیتے تھے۔ ہمیں کوئی ایسا سیاسی عمل نہیں ملتا جس کی پشت پناہی ابن مقفع نے کی ہو یا ابن مقفع نے اس میں شرکت کی ہو۔

"عرب و عجم کی قدیم مخاصمت"

کہا جاتا ہے کہ ابن مقفع عرب و عجم کی ازلی نفسیاتی نفرت و دشمنی کی بھینٹ چڑھ گیا۔ وہ سفیان کا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مذاق اڑایا کرتا تھا اور نجی محافل میں اس کی توہین کیا کرتا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ ابن مقفع سفیان کی ماں کو ۔ گالیاں بھی دیا کرتا تھا۔ وہ سفیان کو "ابن المعلم" (☆☆) کہا کرتا تھا۔ سفیان کی ناک طویل تھی۔ جب ابن مقفع اس سے ملنے جاتا تو کہتا "السلام علیکما" تم دونوں پر سلام یعنی تم پر اور تمہاری ناک پر۔

ایک واقعہ یہ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک بار سفیان نے کہا "مجھے چپ رہنے پر کبھی ندامت نہیں ہوئی"۔ ابن مقفع نے کہا "سچ کہتے ہو تمہارا گونگا پن تمہارے بولنے سے بہتر ہے"۔ وقس علی ھذا۔ ہم گذشتہ ابواب میں ثابت کر آئے کہ ابن مقفع نہایت با اخلاق اور عظیم انسانیت پرست تھا۔ اس قسم کے انسان دشمن رویے کی توقع اس سے نہیں ہو سکتی۔ شاید یہ بات کسی حد تک قرین قیاس ہو کہ ابن مقفع عربی عجمی کشمکش کا شکار ہوا ہو۔ لیکن اس کے ثبوت میں مندرجہ بالا واقعات پیش کرنا ابن مقفع جیسے نستعلیق و سنجیدہ انسان پر ظلم کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔

زمانہ جاہلیت میں عربوں کے ہاں امت واحدہ کا تصور نہیں ملتا۔ ان کے ہاں صرف قبائلی شعور یا پھر انفرادیت پسندی زیادہ نظر آتی ہے۔ عربوں کا شاعر صرف اپنے قبیلوں کی تعریف کرتا تھا اور اسی کے محاسن بیان کرتا تھا اور مخالف قبیلے کے عیوب و نقائص بیان کرتا تھا۔ وہ لسانی اور دینی لحاظ سے بھی متحد نہ تھے اور نہ ہی کسی ایک وطن سے اپنی امیدیں وابستہ کرنے کے عادی تھے۔ وطن تو ایک ایسا مادی وجود یا ہیئت مکونہ ہے جو کئی اشخاص سے مل کر بنتی ہے۔ ان کی زبان ایک ہوتی ہے اور جغرافیائی چار دیواری ہوتی ہے۔ اس کا ایک ضابطہ ہوتا ہے جسے اپنے تمام افراد پہ نافذ کرتا ہے اور یہ ضابطہ انہیں اپنی محبت و اطاعت پہ مجبور کرتا ہے۔ عربوں کی قبائلی معیشت اس ضابطہ کے ہی خلاف تھی۔ پھر عربوں کے ہاں کوئی ایسا محرک یا عنصر بھی نظر نہیں آتا جو ان میں شعور وطن اجاگر کرنے کا باعث بنتا۔

ان کے ارد گرد ایران و روم جیسی عظیم سلطنتیں موجود تھیں۔ جو صحیح معنوں میں امت کہلانے کی مستحق تھیں۔ عربوں کے ان سے تجارتی تعلقات تھے۔ مگر یہ تعلقات بھی برابری کی سطح پر نہیں تھے بلکہ ایک ضعیف و فقیر آدمی کے ایک قوی اور غنی کے ساتھ تعلقات جیسے تھے۔ جب بھی عربوں کا کوئی تاجر ایران و روم جاتا تھا وہ ان سلطنتوں کی عظمت و جبروت کو دیکھ کر احساس کمتری کا شکار ہو جاتا تھا۔

اسلام نے تمام عربوں کو ایک امت کے رشتہ میں منسلک کر دیا تھا۔ زبان و دین کا اتحاد پیدا کر کے اسلام نے انہیں ایک پلیٹ فارم پہ جمع کر دیا تھا۔ مگر ان کی پرانی قبائلی عصبیت بالکل ختم نہیں ہوئی بلکہ صدر اسلام تک تو قبائل کی مختلف ذیلی شاخوں کی (بطن، فخذ) تک عصبیت نظر آتی ہے۔ اموی دور قبائلی عصبیت کے بے شمار واقعات سے پر ہے۔ اس دور کا تمام تر ادب اس عہد کی سیاسی زندگی کو مدنظر رکھے بغیر سمجھ ہی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نہیں آسکتا اور یہ سیاسی زندگی عصبیت کی ہی زندگی تھی۔ مبرد ایک واقع بیان کرتا ہے کہ ایک عرب بیت اللہ کا طواف کر رہا تھا اور اپنے باپ کے لئے دعا مانگ رہا تھا۔ کسی نے اس سے کہا تم اپنی ماں کے لئے دعا کیوں نہیں مانگتے؟ تو اس نے کہا "اس لئے کہ میری ماں بنو تمیم سے تعلق رکھتی ہے"۔ دعبل اہل یمن پہ فخر کرتا ہے اور ان کے مناقب بیان کرتا ہے وہ یمنیوں کے حق میں چھ سو بیت کا قصیدہ لکھتا ہے۔ اس کے مقابلہ میں کمیت ہے جو بنو نزار کی تعریف کرتا ہے۔ یہی یمنی و نزاری کی چپقلش بن امیہ کے زوال کا باعث بنی تھی۔ جب کبھی کسی قبیلہ کا کوئی فرد گورنر بن جاتا تھا تو اس کے پورے قبیلہ کے وارے نیارے ہو جاتے تھے۔ یہ قبیلہ تمام اعلی مناصب پر چھا جاتا تھا۔ جب ابن ہبیرہ عراق کا گورنر بنا تو بنو فزارہ کا ڈنکا بجتا تھا اور جب خالد بن عبد اللہ القسری گورنر بنا تو بنو قسر کا بول بالا تھا۔

عربوں نے جب ایران و روم کا تختہ الٹ دیا۔ ان کے تاج اچھالے اور ان کے عروش زمیں بوس کردئے اور ان کی سیادت خود ان کے حصے میں آگئی خالص عربوں کو گمان ہونے لگا کہ ان کا خون ایک ممتاز خون ہے۔ یہی عظمت و جلال کے وارث ہیں۔ ان کی سامی نسل نہائت مطہر اور مصفی ہے وہ ایرانی و رومی مسلمانوں کو نظر حقارت سے دیکھنے لگے۔ بنو امیہ کی حکومت اسی بنیاد پر قائم تھی۔ یہی عصبیت ارتقائی شکل اختیار کرکے عجم دشمنی کی بنیاد پہ منظم ہونے لگی اور عجم کے مقابلے میں تمام عرب متحد ہوگئے۔ اس دور میں اعلی عہدوں پر ایرانی و رومی مسلمان خالی خالی نظر آتے ہیں۔ آغانی میں روایت ملتی ہے کہ ایک موالی نے بنو سلیم کی لڑکی سے شادی کی۔ محمد بن بشیر خارجی فوراً" مدینہ پہنچا اور گورنر ابراہیم بن ہشام بن اسماعیل سے شکایت کی۔ گورنر نے فوراً" موالی کو بلایا اور میاں بیوی میں طلاق کرادی۔ موالی کو سو کوڑے لگوائے اس کا سر، داڑھی اور بھویں منڈوا ڈالیں اس پر محمد بن بشیر خارجی نے یہ اشعار کہے

قضیت بسنتہ و حکمت عدلا --- فلم ترث الحکومۃ من بعید

تم نے سنت کے مطابق فیصلہ دیا اور عدل کو نافذ کیا۔ تم نے یہ حکومت کسی دور کے قبیلہ سے حاصل نہیں کی۔

وفی الماء تین للمولی نکال ---- وفی سلب الحوا جب و الخدود

دو سو درہم جرمانہ، بھوؤں اور گالوں کے بال اکھڑوانے میں موالی کیلئے عبرت ناک سزا ہے۔

اذا کا فاتم ببنات کسری ---- فھل بجد الموالی من مزید؟

جب تو نے کسری کی بیٹیاں ان کو دے دیں تو پھر موالی اور کیا مانگنا چاہتے ہیں؟

فلی الحق انصف للموالی ---- من اصھار العبیدالی العبید؟

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

موالیوں کے لئے اس سے زیادہ منصفانہ سلوک اور کیا ہوگا کہ غلام کی شادی غلام سے کردی جائے؟

بنو امیہ کے دور میں حجاج بن یوسف اسی طرز سیاست پہ سختی سے عمل پیرا تھا۔ وہ نبطیوں اور موالیوں کے ہاتھوں کو گرم لوہے سے داغ دیا کرتا تھا۔ ہمارے نزدیک ابن مقفع کے باپ کے ہاتھ حجاج نے محض اسی عربی عصبیت کے جوش میں تڑوا ڈالے تھے نہ کہ بددیانتی کے الزام میں۔ چونکہ وہ موالی تھا اس لئے اسے ذلیل کرنا حجاج کا فرض اول تھا۔ جب حجاج واسط آیا تو بصرہ کے عامل حکم بن ایوب کو لکھا کہ جونہی میرا خط تمہارے پاس آئے تو اس شہر سے تمام نبطیوں کو بھگا دو۔ یہ لوگ دین اور دنیا کے لئے تباہی ہیں۔ حکم نے جواب دیا: "میں نے تمام نبطیوں کو جلاء وطن کر دیا ہے۔ صرف انہی کو باقی رکھا ہے جو قرآن پڑھ سکتے ہیں اور دین میں تفقہ رکھتے ہیں"۔ حجاج نے دوبارہ خط لکھا: میرا خط پڑھتے ہی اپنے علاقے کے اطباء کو بلاؤ اور ان کے سامنے لیٹ جاؤ وہ تمہاری رگوں کا معائنہ کریں گے۔ اگر ان کو تمہارے جسم میں کوئی نبطی رگ نظر آئے تو اسے فوراً" کٹوا ڈالو گویا نبطی قاری اور فقیہہ بھی حجاج کو برداشت نہ ہوتا تھا۔ حجاج نے حکم دے رکھا تھا کہ کوفہ کی مسجد میں سوائے عربی امام کے اور کوئی امام نہ ہو۔ حجاج نو مسلموں سے جزیہ تک وصول کرتا تھا۔ اس رسم کو عمر بن عبد العزیز نے بند کردیا تھا(۲۸)۔ مگر ھشام بن عبد الملک کے دور میں پھر ایک واقعہ ایسا پیش آیا کہ خراسان میں بہت بڑی بغاوت ہوگئی۔ یہاں کے حاکم اشرس بن عبداللہ سلمی نے اشاعت اسلام کی کوششیں شروع کردیں۔ چنانچہ نہائت کثرت سے ذمی مسلمان ہوگئے اور جزیہ کی آمدنی گھٹ گئی اشرس کو باز پرس کا خطرہ لاحق ہوا۔ اس نے سمرقند کے عامل حسین بن عمرطہ کو لکھا کہ "مجھے معلوم ہوا ہے کہ ذمیوں نے جزیہ سے بچنے کے لئے اسلام قبول کیا ہے۔ لہٰذا ان کا جرم اس وقت تک معاف نہ کیا جائے جب تک کہ وہ ختنہ نہ کرائیں اور اسلامی فرائض ادا کرکے سچے مسلمان ہونے کا ثبوت نہ دیں۔ تحقیقات کرنے والوں نے اشرس کو رپورٹ بھیجی کہ نو مسلم اسلامی فرائض سرانجام دیتے ہیں۔ انہوں نے مسجدیں بھی بنالی ہیں۔ لیکن اشرس نے پھر بھی جزیہ کی وصولی کا حکم جاری رکھا۔ نو مسلموں نے اس کے خلاف احتجاج کیا اور سات ہزار انسان آمادہ جنگ ہوگئے۔ بہت سے حق پسند مسلمانوں نے بھی ان کا ساتھ دیا تھا۔ مگر اشرس نے ان مسلمانوں کو جنہوں نے نو مسلموں کی حمائت کی تھی کسی حیلہ سے قید کردیا اور جزیئے کی معافی کا اعلان کردیا۔ اس پر نو مسلموں کا جتھہ منتشر ہوگیا۔ اشرس کے سپہ سالار نے تمام سرغنوں اور حمائتی مسلمانوں کو قید کردیا اور رعایا سے زبردستی جزیہ وصول کیا گیا۔ اس طرح پورے ماورا النہر میں بغاوت ہوگئی تھی(۲۹)۔

جہاں اس قدر سخت گیر اور جابرانہ طرز حکومت ہو وہاں عربوں کے خلاف نفرت کا لاوا پکنا ایک

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

لازمی امر تھا۔ سلطنت عباسیہ سے قبل تو یہ حالت ہوگئی تھی کہ جب کوئی عربی بازار سے گزرتا اور اس کے پاس سامان ہوتا اور اسے کوئی موالی نظر آجاتا تو وہ سامان اس پہ لاد دیتا تھا اور موالی انکار نہیں کرتا تھا۔ اگر عرب سوار ہو کر آرہا ہوتا اور سامنے موالی ہوتا تو وہ اسے سواری سے اتارتا تھا۔ اگر کوئی عربی کسی عجمی لڑکی سے شادی کرنا چاہتا تو پیغام نکاح اس کے مولی کو دیتا تھا نہ کہ اس کے باپ یا دادا کو۔ ایسا وہ بطور حقارت کرتا تھا۔ عرب کسی عجمی کی تعریف تک سننا گوارہ نہیں کرتے تھے۔

ھشام بن عبد الملک کے دور میں مشہور شاعر اسماعیل بن یسار نے ایرانی عظمت پہ ایک قصیدہ لکھا۔ ھشام سخت غضب ناک ہوا اور کہا تم میرے سامنے ایرانی فخر و مباہات بیان کرتے ہو۔ تم اپنی اور اپنی قوم کے اجڈ گنواروں کی تعریف میرے سامنے کرتے ہو؟ ھشام نے حکم دیا کہ اسے فوراً پانی میں ڈبو دیا جائے چنانچہ اسے ایک حوض میں غوطے دیئے گئے۔ جب وہ مرنے کے قریب ہوگیا تو اسے نکالنے کا حکم دیا اس کے دانت بج رہے تھے اور فوراً اسے حجاز کی طرف جلا وطن کردیا(۳۰)۔ چنانچہ موالی درپردہ عربوں کے خلاف منظم ہوتے رہے۔ بنو امیہ کے آخری دور میں ان کی تعداد بہت بڑھ گئی تھی وہ اس قدر طاقت ور ہوگئے تھے کہ بنو امیہ کو مصلحتاً آخر میں دو تین موالی خلفاء برداشت کرنا پڑے۔ یہ لونڈیوں کے بطن سے تھے۔ اس دور میں جو بچہ عربی اور عجمی کی نسل سے پیدا ہوتا تھا اسے ھجین (روندا ہوا' ذلیل' حقیر) کہا جاتا تھا۔ ایک بار جریر بن الخطفی نے موالیوں کی تعریف کی۔

فیجمعنا والغر اولاد سادۃ ---- اب لایبالی بعدہ من تغدرا

"ہم سرداروں کی اولاد کو اور درخشندگی کو ایک ایسا باپ جمع کرتا ہے جو بے وفائی کرنے والوں کی بالکل پرواہ نہیں کرتا"

تو تمام موالی اس کے ارد گرد جمع ہوگئے۔ اس سے پوچھنے لگے ابو حرزہ تمہارا کیسا حال ہے؟ اور پھر اسے سو حلے بطور انعام دیئے۔

جاحظ ایک روایت بیان کرتا ہے کہ عبید الکلابی فصیح و بلیغ شاعر تھا۔ مگر غریب آدمی تھا۔ میں نے اس سے پوچھا کہ اگر تم کو ہزار جریب زمین دی جائے تو اس کے بدلے ھجین کہلوانا پسند کرو گے؟ تو اس نے کہا "میں کسی چیز کے بدلے اس عار کو قبول نہیں کروں گا" میں نے کہا: امیرالمومنین بھی تو ایک لونڈی کے بطن سے ہیں تو عبید نے کہا "جو اس کی اطاعت کرے خدا اسے بھی ذلیل و خوار کرے" اس کا ایک قطعہ ہے

ان اولاد السراری ---- کثروا یارب فینا

اے میرے رب ہم میں لونڈیوں کی اولاد بہت بڑھ گئی ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

رب اد خلنی بلا دا ---لا اری فیھا ھجینا

اے اللہ مجھے ایسی جگہ لے چل جہاں میں کوئی ہجین نہ دیکھ سکوں۔

چنانچہ موالی تحریک نے زور و شور سے عمل کرنا شروع کردیا۔ خاص کر ایرانی اسی تحریک میں پیش پیش تھے۔ ابتداء میں ان پر ایک حیرانگی اور دہشت کی کیفیت طاری ہوئی کہ عرب ان پر غالب کیسے آگئے؟ یہ انہونی کیسے ہوگئی؟ کچھ عرصہ تک ان پہ سکتہ کا سا علم طاری رہا۔ مگر جلد ہی انہیں ہوش آگیا۔ حواس درست ہوئے تو انہوں نے سوچنا شروع کر دیا۔ کچھ ایرانی خیال کرتے تھے کہ عربوں کا غلبہ ان کے ساتھ تقدیر کا ایک مذاق ہے۔ لیکن ایک بڑا گروہ اپنی قدیم بزرگی' شریف النسل اولاد ہونے اور عظیم تہذیب کے علم بردار ہونے کی وجہ سے خود کو عربوں سے برتر خیال کرنے لگا۔ گویا عربی عصبیت کے ردعمل میں موالی عصبیت نے زور پکڑنا شروع کر دیا وہ اپنے ماضی کو دہرانے لگے کہ کس طرح انہوں نے بے شمار ممالک کو ختم کیا تھا۔ کیسا عظیم نظام سلطنت قائم کیا تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ اس حقیقت سے بخوبی واقف ہوگئے کہ ایران نے اپنی عظمت حاصل کرنے کے لیے عربوں کا سہارا نہیں لیا تھا لیکن عربوں کو اپنی حکومت مستحکم کرنے کے لیے ان کی اشد ضرورت ہے۔ ایرانی قبائلی عصبیت کا تو شکار نہیں تھے البتہ ان میں علاقائی عصبیت ضرور پائی جاتی تھی۔ مثلاً" خراسانی دوسرے علاقوں کے لوگوں کو کم تر سمجھتے تھے۔ اور کسی تک یہ بات ٹھیک بھی تھی۔ خراسانی سیاست و جہانبانی میں لاثانی تھے۔ اس میدان میں ان کا کوئی حلیف نہ تھا۔ یہی علاقائیت بعض اوقات قبائلی عصبیت سے بھی زیادہ شدید رنگ دکھاتی تھی۔ مگر بحیثیت مجموعی تمام علاقوں کے عجمی عربوں کے خلاف متحد تھے۔

عجمی یہ سمجھتے تھے کہ بنو امیہ نے ان کے ساتھ عدل و مساوات کا سلوک نہیں کیا۔ چنانچہ بنو امیہ کی حکومت کے خلاف انہوں نے بنو عباس کا بھرپور ساتھ دیا۔ اور انہوں نے ہی عوام میں یہ نظریہ متعارف کروایا کہ بنو عباس حضرت محمدؐ کے زیادہ قریب رہے ہیں' بنو امیہ تو آخر دم تک محمدؐ کے مخالف رہے ہیں اس طرح تحریک عباسی پر ایک مذہبی پردہ ڈالا گیا۔ ایرانیوں کا خیال تھا کہ جب عباسی برسراقتدار آئیں گے تو انہیں بھی اعلی عہدے ملیں گے۔ اصل سلطنت ہمارے ہاتھوں میں ہوگی۔ ہم جوہر ہوں گے عباسی صرف عرض ہوں گے۔ تحریک عباسیہ کے امام ابراہیم نے ابومسلم خراسانی کو خط لکھا "اگر تم سے ہو سکے تو خراسان میں ایک بھی لڑنے والا عربی مت چھوڑو عربوں کا جو بچہ پانچ بالشت کا ہو جائے اور اس سے تم خطرہ محسوس کرو تو بلا دریغ اسے قتل کردو۔ تم بنو مضر کو بالکل نہ چھوڑنا' یہ سب سے بڑے دشمن ہیں۔ تم ان کی تمام سرزمین کو تباہ کر ڈالو۔ زمین پر ان کا ایک مکان تک نہ چھوڑو" خراسان ایک ایسا علاقہ تھا جو دعوت عباسیہ تو

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ایک طرف ہر قسم کی تحریک کے لیے ایک نہائت موزوں اور ساز گار علاقہ تھا- بے شمار مذہبی تحریکیں یہیں پروان چڑہیں- یہاں بے شمار مضری اور یمنی قبائل آباد تھے- ان دونوں قبائل کی ذاتی رنجش اور چپقلش سے فائدہ اٹھا کر ابومسلم نے تحریک عباسی کو پروان چڑھایا-

۱۳۲ھ میں امویوں کو زوال آگیا- عباسیوں نے ایرانیوں کے کندھے پہ بندوق رکھ کر چلائی- اور موالیوں نے امن و چین کا سانس لیا- وہ بہت جلد اہم مناصب پہ چھا گئے- جو کچھ انہوں نے حاصل کیا وہ ان کی تمام امیدوں کو تو پورا نہ کرتا تھا لیکن پہلے کی بہ نسبت بہت زیادہ تھا- وزارت سے لے کر شاھی حرم تک اور پھر کتابت سے لے کر فوج کی سپہ سالاری تک ہر جگہ عجمی اثر و نفوذ' تیزی سے پھیلنے لگا- اس کے یہ معنی نہیں کہ عربی اثر و نفود بالکل ختم ہوگیا- بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ سلطنت عباسیہ میں عجم کا پلڑہ بھاری ہوگیا- موالی جو بات بنو امیہ کے دور میں نہیں کہہ سکتے تھے وہ اب بلا خوف و خطر کہنے لگے- انہیں اپنی عز و مجد پہ فخریہ اشعار کہنے کا موقعہ مل گیا- انہوں نے اپنے ماضی' تاریخ' سیاست اور ثقافت کو عربی میں منتقل کرنا شروع کر دیا- ایک وہ وقت تھا کہ اسماعیل بن یسار نے ہشام کے سامنے قصیدہ پڑھا تو اسے حوض میں غوطے دے کر جلاء وطن کر دیا گیا اور اب یہ وقت آگیا کہ عجمی تحریک کا عظیم شاعر بشار بن برد مہدی کے سامنے یہ اشعار کہتا ہے-

فنبئت قوما بھم جنتہ ---- یقولون من ذا و کنت العلم

مجھے ایسی پاگل قوم کے بارے میں بتایا گیا ہے (مراد عرب) جو میرے بارے میں پوچھتے کہ یہ کون ہے حالانکہ میں تو ایک عَلَم ہوں-

الا ایھا السائلی جاھدا ---- لیعرفنی انا انف الکرام

اے میرے بارے میں تجاہل عارفانہ کے انداز میں پوچھنے والے! میں معزز لوگوں کی ناک ہوں-

نمت فی الکرام بنی عامر ---- فروعی واصلی قریش العجم

میری شاخیں بزرگی میں بنو عامر تک جاتی ہیں اور میری جڑ عجم کے قریش میں ہے-

مہدی ان اشعار پر ناک بھویں نہیں چڑھاتا بلکہ بشار سے پوچھتا ہے تم عجم کی کونسی شاخ سے ہو تو وہ کہتا ہے

"من اکثر ھا فی الفرسان' واشدھا علی الاقران اہل طخارستان"

"میں اہل طخارستان سے ہوں جو گھوڑ سواری میں سب سے زیادہ اور اپنے قبائل پر سب سے زیادہ سخت ہیں"

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بشار موالیوں کو کہا کرتا تھا کہ وہ عربوں سے اپنی ولاء ترک کر دیں اور خالص عجمی نسل کی طرف اپنے آپ کو منسوب کیا کریں۔ بنو زید کے ایک شریف آدمی نے بشار سے کہا "تم نے ہمارے موالیوں کو بگاڑ دیا ہے، تم ان کو ہماری ولاء ترک کرنے اور اصل نسب کی طرف انتساب کا مشورہ دیتے ہو حالانکہ خود تمہاری اصل معروف ہے اور نہ تمہاری فرع پاک ہے" تو بشار نے کہا "خدا کی قسم میری اصل سونے سے زیادہ پاک ہے۔ میری فرع نام نہاد پاک لوگوں سے زیادہ صاف ستھری ہے۔ دنیا میں کوئی کتا ایسا نہیں ہے جو اپنے نسب کے ساتھ تمہارا نسب ملانا چاہتا ہو"

ابو جعفر منصور نے سب سے پہلے موالیوں کو گورنر مقرر کرنا شروع کیا۔ ابو نخیلہ ایک عربی رئیس منصور سے ملنے گیا مگر اسے اندر جانے کی اجازت نہ ملی اس وقت خراسان کے عجمی بلا دھڑک اندر باہر آ جا رہے تھے۔ وہ نکلتے تو اس کھردرے مزاج بوڑھے عربی سے چھیڑ خانی بھی کرتے جاتے تھے۔ خراسانی نے پوچھا تم اس سلطنت کو کیسا پاتے ہو؟ تو اس بوڑھے نے کہا

اکثر خلق اللہ من لا یدری ---- من ای خلق اللہ حین یلقی

اللہ کی اکثر مخلوق کو کچھ پتہ نہیں کہ جب وہ کسی سے ملاقات کرتے ہیں پتہ نہیں کس سے کر رہے ہوتے ہیں۔

وحلۃ تنشر و تطوی ---- وطیلسان تشتری فیغلی

ایک حلہ ہے جو کبھی پھیلایا جاتا ہے اور کبھی لپیٹا جاتا ہے طیلسان (رومی ٹوپی) ہے جو خریدا جاتا ہے اور مہنگا کیا جاتا ہے۔

لعبد عبد فلمولی مولی ---- یا ویح بیت المال ماذا یلقی

ہر غلام کے پاس غلام ہے اور ہر مولی کا اپنا مولی ہے ۔ اس بیت المال پر افسوس یہ کن لوگوں کے سامنے لٹایا جا رہا ہے؟

اس کے بعد ھارون اور مامون کے دور سے لے کر معتصم کے دور تک پوری سلطنت میں عجمیوں کا غلبہ رہا معتصم نے ایرانیوں سے جان چھڑا کر ترکوں کو اقتدار میں شریک کرنا شروع کر دیا تھا۔ لیکن عربی عجمی کشمکش پھر بھی جاری رہی، کیونکہ عربوں کے نزدیک ترک بھی عجمی تھے۔

اس کشمکش میں کبھی عربی مغلوب ہوتے اور کبھی عجمی، اس کشمکش کے کئی مظاہر تھے۔ مثلاً"

(ا) فوج کے مختلف حصوں میں عجمی سپاہیوں میں جنگ، مامون اور امین کی حصول اقتدار کی جنگ محض دو بھائیوں میں جنگ نہ تھی بلکہ عربی فوج اور عجمی فوج کے مابین جنگ تھی اس میں مامون کے ساتھ عجمی تھے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

خاص کر فضل بن سہل وغیرہ اور امین کے ساتھ عربی نژاد سپاہی تھے۔ اس میں عجمیوں کو فتح ہوئی۔ مامون کے عظیم عربی سپہ سالار ھرثمہ بن اعین کو فضل بن سہل نے مامون سے قتل کرا دیا کیونکہ اس نے بھی ۔۔ اگرچہ وہ مامون کے ساتھ تھا ۔۔ عجمیوں کے خلاف آواز اٹھائی تھی۔ مامون کے ہی دور میں ایک مشہور عربی لیڈر نصر بن شبت نے عجمیوں کے اقتدار کے خلاف بغاوت کی جسے سختی سے کچل دیا گیا۔ اور معتصم کے دور میں احمد بن نصر کی بغاوت عجم دشمنی کی بنا پر تھی۔

(۲) بعض اوقات جب کسی لمحہ پہ خلفاء کی عربی رگ پھڑک ہی جاتی تھی تو عجمی بغاوت کر ڈالتے تھے یہ بغاوتیں اکثر مذہبی رنگ میں ہوتی تھیں۔ بعض باغیوں نے نبوت کے دعوے کر دیئے تھے۔ مثلاً" جب منصور نے ابو مسلم خراسانی کو قتل کیا تو اس کے پرستاروں نے اسے اوتار مان کر بغاوت کر دی۔ اس کے علاوہ ابن راوندی کی تحریک' بابک خرمی کی تحریک' مقنع خراسانی کی تحریک' استاذ سیس اور استاذ سنباذ کی بغاوتیں۔ یہ تمام بغاوتیں عجمیوں نے مذہبی لبادے میں برپا کی تھیں۔ اور یہ بغاوتیں خصوصا" اسی وقت زیادہ زور و شور سے اٹھتی تھیں جب کسی عجمی بزرگ یا عہدہ دار پر عتاب نازل ہوتا تھا۔ مثلاً" ابو مسلم خراسانی کی ہلاکت کے بعد' برامکہ کے زوال کے بعد اور فضل بن سہل کی ہلاکت کے بعد ان میں بہت زیادہ ابھار نظر آتا ہے۔

(۳) کبھی کبھی یہ کشمکش ذاتی بھی ہوتی تھی۔ عربی حضرات خلیفہ سے عجمیوں کی شکایات کرتے تھے اور عجمی حضرات عربوں کے خلاف خلیفہ کے کان بھرا کرتے تھے۔ سازشیں اور شکائتیں ہوتی تھی۔ کبھی عربی مارا جاتا اور کبھی عجمی کی جائیداد ضبط ہو جاتی تھی۔ تمام وزراء اس ذاتی رنجش کا شکار ہوئے تھے۔ عرب عہدہ دار عربوں کی سفارش کرتے تھے اور عجمی عجمیوں کے ہی خواہ تھے۔ (۱)

(۴) یہ کشمکش علمی و ادبی میدانوں میں بھی جاری رہی مثلاً" ایرانیوں نے اپنے قدیم علوم تاریخ و سیاست کو عربی میں منتقل کیا۔ وہ سیاست و جہاں بانی میں واقعی عربوں پہ غالب رہے۔ اسی طرح ایرانی اب کھل کر اپنے آباؤ اجداد اور حسب نسب پر فخر کرنے لگے۔ عبداللہ بن طاہر عجمی شاعر تھا اس کے مقابلے میں محمد بن یزید عربی شاعر تھا دونوں میں معرکہ آرائیاں ہوتی تھی۔ عبداللہ بن طاہر نے امین کی شکست پر اظہار مسرت کے طور پر ایک طویل قصیدہ لکھا تھا۔

ہو سکتا ہے ابن مقفع معاویہ بن سفیان کی اسی ذاتی رنجش کی بھینٹ چڑھا ہو۔ معاویہ اپنی عربیت کی وجہ سے ابن مقفع سے سخت نفرت کرتا تھا۔ منصور کو اس ذاتی رنجش کا علم تھا۔ چنانچہ اس نے ابن مقفع کو اسی کے حوالے کر دیا۔ یہی معاویہ مھلب بن ابی صفرہ کا پوتا ہے پورا نام یہ ہے معاویہ بن سفیان بن یزید بن

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مہلب بن ابی صفرہ' مہلب بن ابی صفرہ بنو امیہ کا عظیم الشان سپہ سالار تھا جس نے خوارج کو دبانے میں تمام عمر صرف کر دی تھی- بنو امیہ میں حجاج کے بعد مہلب کی سب سے زیادہ عزت و توقیر کی جاتی تھی- اور حجاج کی طرح ہی یہ تمام خاندان سخت جابر اور سخت گیر واقع ہوا تھا- حضرت عمر بن عبدالعزیز کو ان دونوں خاندانوں سے سخت نفرت تھی- وہ انہیں ایک آنکھ نہ دیکھ سکتے تھے- آپ کہا کرتے تھے کہ مہلب کا خاندان جابروں اور ظالموں کا خاندان ہے- انہوں نے یزید بن مہلب بن ابی صفرہ کو خیانت کے الزام میں خراسان کی گورنری سے معزول کر دیا تھا- اور اپنی عدل پروری اور انسانیت پرستی کی وجہ سے حجاج کے خاندان کو جلاء وطن کر دیا تھا- لہٰذا یہ کہنا درست نہیں کہ ابن مقفع معاویہ کا مذاق اڑایا کرتا تھا یا اس کی توہین کیا کرتا تھا- ابن مقفع کو اپنی علمیت کی وجہ سے جو مقام حاصل ہو چکا تھا معاویہ کو ایک آنکھ نہ بھاتا تھا- اور اس نے اپنی عربیت کا پورا پورا مظاہرہ کیا اور دل کی بھڑاس نکالی- اور اس طرح جب عجمیوں کو موقع ملتا تھا وہ بھی عربوں سے پورا پورا انتقام لیتے تھے- مثال کے طور پر معتصم کا مشہور سپہ سالار افشین ایرانی نسل تھا- وہ اشروسنہ کے اشراف میں سے تھا- بابک خرمی کی مہم اسی نے سر کی تھی- یہ عجمیوں کا سخت حامی تھا اور عربوں کا جانی دشمن تھا- یہ کہا کرتا تھا "اگر کوئی عربی میرے قابو آ جائے تو میں اس کے بزرگوں کے سر لوہے کے خول والے ڈنڈے سے توڑ کر رکھ دوں" معتصم کو اس کا یہ غلبہ قطعاً" ناپسند تھا- ویسے بھی وہ ایرانیوں کے اثر و رسوخ کو ختم کرنا چاہتا تھا- مگر اسے کوئی بہانہ نہیں مل رہا تھا- معتصم کا ہی ایک اور عربی سپہ سالار ابو دلف عجلی تھا جو بنو نزار سے تعلق رکھتا تھا- وہ خالص عرب روایات کا نمونہ تھا- وہ کریم اور بہادر شخص تھا- لوگ اس کی خوب تعریف کیا کرتے تھے- شعراء اور ادباء کے لیے اس کے دروازے کھلے رہتے تھے- اس کی تمام جائیداد انہیں کے لیے وقف تھی- وہ بنو عجل کے ساتھ بنو امیہ کا بھی سردار مانا جاتا تھا' وہ عظیم شاعر و مغنی بھی تھا- عرب ثقافت و روایات کو اجاگر کرتا تھا- افشین کو اس سے دلی نفرت تھی- کچھ ہم رتبہ ہونے کی وجہ سے اور کچھ عرب ہونے کی وجہ سے' دونوں ایک دوسرے کے خلاف سازشیں کرتے تھے- ایک بار افشین نے اسے پکڑ کر بیڑیوں میں جکڑ دیا- اپنے سامنے ایک ٹاٹ بچھوایا اور اس پہ لٹا کر اسے نیزہ کی انی چبھو کر غضب ناک لہجہ میں بات کرتا مشہور عربی قاضی اور وزیر احمد بن ابی داؤد کو پتہ چلا تو وہ فوراً" افشین کے کمرہ میں بغیر اجازت داخل ہوگیا اور کہا "ابو دلف عربوں کا سپہ سالار اور محترم انسان ہے تم اس پر احسان کر کے چھوڑ دو- اگر تم اس کو اس کا اہل نہیں سمجھتے تو اسے عربوں کو بطور ہدیہ دے دو- تم جانتے ہو عجم کے بادشاہ ہمیشہ عربوں پہ احسان کرتے آئے ہیں- یہاں تک کہ کسریٰ نے نعمان کو پورے علاقے کا بادشاہ تسلیم کر لیا تھا- تم اس عجم کی الباقیات الصالحات ہو اور ایک شریف عرب پہ احسان کرو"- مگر افشین نے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بالکل معاف نہ کیا' قاضی احمد بن ابی داؤد نے خطرہ کے پیش نظر فورا" کہا "میں امیرالمومنین کا قاصد ہوں' تم نے اگر ابو دلف کو مارا تو اس کے بدلے میں خلیفہ تم کو بھی قتل کردیں گے" چنانچہ افشین نے ابو دلف کو چھوڑ دیا- اس واقعہ کے بعد تمام عرب افشین کے خلاف ہوگئے وہ اس کے خلاف معتصم کے کان بھرتے رہے- اسی اثناء میں ایک بہت بڑی رقم کے خرد برد کرنے کا بھی اس پر الزام لگایا گیا- اور ساتھ ہی کہا گیا کہ یہ زندیق ہے- اس کے گھر سے بت برآمد ہوئے جن کی یہ پوجا کرتا تھا مگر افشین واقعی زندیق تھا یہ واقعہ صاف بتا رہا ہے' یہ اسے ختم کرنے کے لیے ایک بہانہ تھا-

معتصم عجمیوں سے تنگ آیا ہوا تھا' وہ ان کا اقتدار ختم کرنا چاہتا تھا اور اس کے ساتھ تمام عرب حواری اس کے خلاف متحد ہو چکے تھے چنانچہ اس کو قتل کر دیا گیا-

ابن مقفع کے قتل کو بھی اسی پس منظر میں دیکھنا چاہیے یہ ایک عجمی کا عربی کے ہاتھوں قتل ہے- چنانچہ معاویہ نے ایک تنور بنوایا- اس میں ابن مقفع کو ٹکڑے ٹکڑے کرکے ڈالتا رہا- وہ اس منظر کو دیکھ کر لطف اندوز ہوتا رہا- حتیٰ کہ وہ راکھ ہوگیا- مرنے سے پہلے ابن مقفع نے یہ اشعار کہے تھے-

اذا مات مثلی مات شخص --- بموت بموته خلق كثير

وانت فی وحدک لیس یدری ---- بموتک لا الصغير ولا الكبير

ترجمہ :- مجھ جیسا شخص مرے گا تو اس کی موت سے ایک خلق کثیر مرے گی تو تنہا مرے گا' تیری موت کا نہ چھوٹے کو علم ہوگا نہ بڑے کو-

جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ عرب عجم کشمکش ابن مقفع جیسے عظیم نابغہ روزگار کے قتل کے اسباب میں سے ایک سبب ہو سکتا ہے- اس کے قتل کا حقیقی سبب ہم آئندہ قسط میں بیان کریں گے-

---

حوالہ جات

☆ - مثلاً" غیلان دمشقی' امام اوزاعی نے اس کے قتل کا فتویٰ دیا تھا- ۱۰۵ھ کے بعد اسے صولی پر لٹکایا گیا- ذھبی میزان الاعتدال ج ۲ ص نمبر ۲۵۹۳-

- معبد جھنی' اسے ۸۰ھ میں حجاج بن یوسف نے قتل کیا تھا- میزان الاعتدال ج ۳ ص ۱۸۳ نمبر ۱۶۲۹-

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

- جعد بن درھم' الفہرست ص ۴۷۲-

- عہد عباسی کا مشہور و معروف زندیق ابن الراوندی ہے-

- رسالہ الغفران میں المعری نے ولید بن یزید بن عبدالملک مشہور اموی خلیفہ و شاعر کو زندیق کہا ہے' کیونکہ وہ .... پرست تھا-

(۱) ابن ندیم الفہرست ص ۴۷۲ ـــ ۴۷۳ المکتبہ التجاریہ الکبری مصر

(۲) احمد امین ضحی الاسلام ص ۱۳۷ ج ا دارالکتاب العربی' الطبعہ العاشرہ بیروت ۱۹۳۳ع

(۳) ابن منظور محمد بن مکرم الا فریقی لسان العرب ص ۱۴۷ ج ۱۰ دار صادر بیروت-

(۴) ڈی - او - لیری' فلاسفہ اسلام ص ۹۵ ترجمہ احسان احمد بی - اے علیگ نفیس اکیڈمی پلاس سٹریٹ کراچی نمبرا

(۵) نبیذ وہ پانی جس میں رات کو کھجور یا انگور ڈال کر رکھ دیئے جائیں اور صبح اس میں جھاگ یا قدرے تلخی پیدا ہو جائے' ابو حنیفہؒ کے نزدیک اس کا پینا جائز ہے-

(۶) عجیب بات ہے کہ خود مامون کو بھی زندیقوں میں شامل کیا گیا ہے- دیکھو الفہرست ص ۴۷۳

(۷) ابن ندیم نے ابن مقفع کو زندیق نہیں لکھا-

(۸) کوفہ کا مشہور فقیہہ اور قاضی-

(۹) علماء نے کہا ہے کہ مہدی جاحظ کا نام بھول گیا ہے- (زرکلی الاعلام ج ۴ ص ۲۸۴)

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ جاحظ کے بارے میں ایک واقعہ درج کر دیا جائے- عبدالملک ابن الزیات' معتصم واثق اور متوکل کے عہد کا مشہور وزیر تھا' یہ جاحظ کا گہرا دوست اور محسن تھا- یہی ابن زیات اپنے مخالفین کو تنور میں زندہ جلایا کرتا تھا- جاحظ نے اپنی مشہور کتاب "الحیوان" اس کو پیش کر کے پانچ ہزار دینار کا انعام حاصل کیا تھا- ۲۳۲ھ میں جب عبدالملک ابن زیات کو متوکل نے اسی تنور میں زندہ جلا ڈالا جس میں وہ لوگوں کو جلایا کرتا تھا تو جاحظ ڈر کے مارے بغداد سے بھاگ کر بصرہ چلا آیا- لوگوں نے پوچھا تم کیوں بھاگے- اس نے جواب دیا "مجھے ڈر تھا کہ کہیں میں بھی "ثانی الاثنین اذ ھما فی التنور" کا مصداق نہ بن جاؤں"

یہ ہجرت نبوی کے اس واقعہ کی طرف اشارہ ہے جب محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم اور ابوبکر غار ثور میں چھپے تھے تو قرآن نے کہا تھا ثانی الاثنین اذ ھما فی الغار-

جاحظ کے اس جواب میں جو طنز و لطافت ہے اس سے تو انکار نہیں ہے- لیکن اس واقعہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کا تقابل ابن مقفع کے اس واقعہ سے کریں جہاں اس نے اپنے دوست کی جان بچانے کے لیے خود اپنے آپ کو اس کی جگہ پولیس کے حوالے کر دیا تھا۔

(۱۰) ان تمام روایات کے لیے ملاحظہ ہو ضحی الاسلام ص ۱۳۷ تا ۱۶۱' جلد اول

(۱۱) ابن ہشام السیرۃ النبویہ ص ۳ ج ۲ مع الروض الانف المکتبہ' الفاروقیہ ملتانی' ۱۹۷۷ء

(۱۲) بخاری محمد بن اسماعیل کتاب المرضی باب عیادۃ نساء الرجال

(۱۳) ابو تمام حبیب بن اوس الطائی دیوان الحماسہ ص ۲۲۵ حاشیہ محمد اعزاز علی دیو بندی مکتبہ المعارف العلمیۃ لاہور ۱۹۷۰ء

(۱۴) البقرہ ۲: ۲۱۹

(۱۵) اصمعی کے نزدیک لفظ "کل" اور "بعض" پر الف لام داخل کرنا لحن ہے۔ سیوطی المزہر ج ۲ ص ۸۶۔

(۱۶) النور ۲۴: ۳۵

(۱۷) بحوالہ ضحی الاسلام' چونکہ ہمارے پاس الفہرست کا جو نسخہ ہے وہ ناقص اور اغلاط سے پر ہے۔ کئی صفحات کتابت کی غلطی کی وجہ سے درج نہیں' اس لیے ہم نے اس حوالے کے لیے احمد امین پر انحصار کیا ہے۔

(۱۸) ایک بار حضرت اسامہ بن زید نے ایک شخص پر تلوار اٹھائی' اس نے آگے سے کلمہ شہادت کا اقرار کر لیا۔ مگر حضرت اسامہ نے اسے قتل کر دیا۔ یہ بات جب نبی پاکؐ کو معلوم ہوئی تو آپؐ انتہائی ناراض ہوئے کہ اس شخص کو کیوں قتل کیا گیا۔ حضرت اسامہ نے کہا کہ اس نے خوف کے مارے کلمہ ادا کیا تھا۔ آپ نے فرمایا هلا شققت عن قلبه (تم نے اس کا دل چیر کر کیوں نہ دیکھا!) احمد بن حنبل مسند ج ۵ ص ۲۰۵ دار صادر بیروت' اس کے حاشیہ پر منتخب کنز العمال چھپی ہے۔

(۱۹) شوقی ضیف تاریخ الادب العربی جلد ۳ ص ۵۰۸ —— ۵۰۹ العصر العباسی الاول دارالمعارف مصر الطبعہ السادسہ امان نامے کا مکمل متن یہیں پر ملاحظہ ہو۔

(۲۰) ذہبی تذکرۃ الحفاظ صفحہ ۱۳۴۷ جلد ۴ الطبعۃ الثالثہ ۱۹۵۸ء حیدر آباد دکن' زرکلی الاعلام ج ۴ ص ۹۰

(۲۱) الفہرست ص ۱۷۲

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

(۲۲) انیس مقدسی تطور الا سالیب النثریہ فی الادب العربی دارالعلم للملایین بیروت خاص کر جلد اول۔

(۲۳) الفہرست ص ۳۴۱ ـــــ ۳۴۸

(۲۴) الفہرست ص ۱۸۲ ـــــ ۱۸۳ اس کے علاوہ دیکھو جرجی زیدان تاریخ اداب اللغتہ العربیہ ج ۲ ص ۱۵۲ دارالھلال مصر' بقیہ ۹ بلغاء یہ ہیں۔ عمارہ بن حمزہ' حجر بن محمد' محمد بن حجر' انس بن ابی شیخ (مشہور کاتب احمد بن یوسف نے اسی پر اعتماد کیا ہے)' سالم' مسعدہ' الھریر' عبدالجبار بن عدی' احمد بن یوسف'

(۲۵) معین الدین ندوی تاریخ اسلام ص ۴۴۱ ج ۳ ناشران قرآن لمیٹڈ' اردو بازار' لاہور

(۲۶) ابن خلدون مقدمہ صفحات ۴۱۹' ۴۲۶' ۴۳۶' ۴۳۸' ۷۴۴ تا ۷۶۸ مکتبہ المدرسہ و دارالکتاب اللبنانی للطباعتہ والنشر بیروت ۱۹۶۱ء

(۲۷) مامون نے یہ شادی اپنے ایرانی نژاد وزیر حسن بن سہل کی لڑکی بوراں سے کی تھی۔ اس دن حسن بن سہل نے مامون کے درجہ اول کے حاشیہ برداروں پہ مشک و عنبر میں لپٹی ہوئی پڑیاں نچھاور کیں۔ ہر پڑی پر کسی نہ کسی علاقے کی جاگیر' غلام' نقدی اور جنس لکھی ہوئی تھی۔ جو پڑی جس کے حصہ میں آتی تھی۔ وہی چیز اس کو مل جاتی تھی۔ درجہ دوم کے حاشیہ برداروں پہ دیناروں سے بھری ہوئی تھیلیاں نچھاور کیں ہر تھیلی میں دس ہزار دینار تھے۔ درجہ سوم کے حاشیہ برداروں پر درھموں سے بھری ہوئی تھیلیاں نچھاور کیں ہر تھیلی میں دس ہزار درھم تھے۔ جب مامون نے اپنے گھر میں قیام کیا تو اس سے کئی گنا زیادہ تھیلیاں اس پر نچھاور کیں' شب عروسی کے وقت بوراں کی دادی نے دونوں پر ہزاروں جواہرات نچھاور کئے۔ مامون نے بوراں کو یاقوت کے ایک ہزار پتھر پیش کئے۔ عنبر کی شمعیں جلائی گئیں۔ ہر شمع میں پونے دو رطل عنبر تھا۔ بوراں کے لیے ایک نفیس قالین بچھایا گیا۔ اسے سونے کے تاروں سے بنا گیا تھا اس میں موتی اور یاقوت جڑے ہوئے تھے۔ مامون نے جب یہ قالین دیکھا تو کہا! خدا ابو نواس کو غارت کرے اس نے شراب کی تعریف میں جو شعر کہا تھا اسی منظر کو سامنے رکھ کر کہا تھا۔

کان صغری و کبری من فواقعها ـــ حصباء در علی ارض من الذھب

"شراب کو پیالے میں گرانے سے جو چھوٹے بڑے بلبلے بنتے ہیں تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ سونے کی زمین پر موتی بکھرے پڑے ہیں۔

العباسی ص ۵۱۰ تا ۵۲۶ دار المعارف مصر ۱۹۷۹ء

عمر فروخ تاریخ الادب العربی عہد عباس

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اسی شب ولیمہ کی خاطر ایک سو چالیس خچر ایک برس تک طعام گاہ کے لیے ایندھن لاتے رہے۔ وہ دن میں تین پھیرے لگاتے تھے۔ یہ ایندھن دو راتوں میں ختم ہوگیا۔ اس کے بعد انہوں نے کھجور کے تنوں کو زیتون کے تیل سے جلانا شروع کردیا۔ ملاحوں کو کشتیاں تیار کرنے کا حکم دیا گیا۔ تاکہ خواص کو دجلہ سے بغداد تک مامون کے محل میں پہنچایا جائے۔ تیس ہزار کشتیاں حاضر کی گئیں۔ یہ دن کے آخری حصہ میں خواص کو دجلہ سے لاتی تھیں۔ ایک اندازہ کے مطابق اس شادی پر پانچ کروڑ دینار صرف ہوئے تھے" (مقدمہ ص ۳۰۵ تا ۳۰۷) یہ شادی اپنے عہد میں لیڈی ڈیانا کی شادی سے کئی گنا زیادہ شان و شوکت سے ہوئی تھی۔

اس کے مقابل یہ بھی ملاحظہ ہو کہ بنی امیہ اپنی عربیت پر کس قدر خلوص دل سے عمل پیرا تھے۔ حجاج بن یوسف نے اپنے کسی لڑکے کے ختنہ پر دعوت کا اہتمام کیا۔ اس تقریب میں ایک زمیندار (مرزبان) بھی تھا۔ حجاج نے اس سے ایرانیوں کی ایسی دعوت کے بارے میں دریافت کیا کہ ایرانی اس قسم کی دعوت میں جو کچھ کرتے ہیں اس کی کچھ تفصیل بتاؤ۔ مرزبان نے کہا "اے امیرالمومنین میں نے کسریٰ کے ایک مرزبان کی دعوت دیکھی ہے جو اس نے ایرانیوں کو دی تھی اس میں چاندی کے خوانوں پر سونے کے بڑے بڑے پیالے تھے۔ ہر خوان پر چار چار پیالے تھے۔ ہر خوان کو چار خوبصورت لڑکے اٹھائے ہوئے تھے۔ ہر خوان پر چار آدمی بیٹھ کر کھانا کھاتے تھے۔ جب یہ چار آدمی فارغ ہو جاتے تو ان کی جگہ دوسرے چار آدمی لے لیتے اور کھانا کھاتے تھے۔ اس کے ساتھ ہی پیالے اور خوبصورت لڑکے بھی تبدیل ہو جاتے تھے۔ ان کی جگہ اور چار لے لیتے تھے۔

یہ سن کر حجاج نے کہا "اے لڑکے اٹھو اونٹ ذبح کرو اور لوگوں کو کھانا کھلاؤ"۔ (مقدمہ ۳۰۷) حجاج کو عرب کی سادگی کی جگہ یہ عجمی تکلفات پسند نہ آئے۔

☆☆ المعلم سدھائے ہوئے کتے کو کہتے ہیں۔

(۲۸) معین الدین ندوی تاریخ اسلام ص ۱۲۹ ج ۲ غضنفر اکیڈمی، کراچی ۱۹۷۵ء

(۲۹) ایضاً" حالات ھشام بن عبدالملک

(۳۰) احمد امین ضحی الاسلام ص ۳۰ ج ا مکتبہ النہضہ المصریہ قاہرہ، ۱۹۳۳ء

(۳۱) معتصم کا مشہور وزیر قاضی احمد بن ابی داؤد ہمیشہ عربوں کی سفارش کیا کرتا تھا۔ مثلاً" وہ کہا کرتا تھا "دیکھو فلاں ھاشمی ہے، فلاں قریشی ہے، فلاں انصاری ہے، فلاں عربی ہے، ان کا فلاں کام کردو، اس کی فلاں حاجت پوری کردو" اس طرح قاضی صاحب نہایت لطیف انداز میں اور سلیقہ کے ساتھ عربوں کی مدد کیا کرتے تھے۔

مزید مطالعہ کے لئے ملاحظہ ہو احمد امین ضحی الاسلام ج ا شوقی ضیف تاریخ الادب العربی ج ۳ العصر

© rasailojaraid.com